ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

5 تا 11 جنوری 2006ء

www.tanzeem.org

اسلام' جہاد اور قربانی

ہر وہ کوشش وسعی جو اسلام کی خاطر ہو' وہ جہاد ہے۔ خواہ ایثارِ جان کی سعی ہو یا قربانی مال و اولاد کی جدوجہد اور یہی حقیقت اسلام ہے کہ اپنا سب کچھ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا جائے۔ پس جہاد اور اسلام ایک ہی حقیقت کے دو نام ہیں۔ پس کوئی ہستی مسلم ہو نہیں سکتی جب تک کہ مجاہد نہ ہو اور کوئی مجاہد ہو نہیں سکتا جب تک مسلم نہ ہو۔ اسلام کی لذت اس بدبخت کے لیے حرام ہے جس کا ذوق ایمانی لذت جہاد سے محروم ہو اور زمین پر اگرچہ اس نے اپنا نام مسلمان رکھا ہو' لیکن اس کو کہہ دو کہ آسمانوں میں اس کا شمار کُفار کے زمرے میں ہے۔

آج جب ایک دنیا لفظ جہاد کی دہشت سے کانپ رہی ہے' جبکہ عالم مسیحی کی نظروں میں یہ لفظ عفریت مہیب یا ایک حربہ بے امان ہے' جبکہ اسلام کے مدعیان خود نصف صدی سے کوشش کر رہے ہیں کہ کفر کی رضا کے لیے اہل اسلام کو مجبور کریں کہ وہ اس لفظ کو لغت سے نکال دیں' جب کہ بظاہر انہوں نے کفر و اسلام کے درمیان ایک راضی نامہ لکھ دیا کہ اسلام لفظ جہاد کو بھلا چکا ہے' لہٰذا کفر اپنے توحش کو بھول جائے۔ تاہم آج کل کے ملحد مسلمین اور مفسدین کا ایک حزب الشیطان بے چین ہے کہ بس چلے تو یورپ سے درجہ تقرب و عبودیت حاصل کرنے کے لیے تحریف الکلم عن مواضعه کے بعد سرے سے اس لفظ کو قرآن سے نکال دے۔ میں صاف صاف کہتا ہوں کہ اسلام کی حقیقت ہی جہاد ہے۔ دونوں لازم و ملزوم ہیں۔ اسلام سے اگر جہاد کو الگ کر لیا جائے تو وہ ایک ایسا لفظ ہوگا جس کے کوئی معنی نہ ہوں۔ ایک اسم ہوگا جس کا مسمّی نہ ہو' ایک قشر محض ہوگا جس سے مغز نکال لیا گیا ہو۔

ہاں! اے غارت گران حقیقت اسلامی! اے دشمنانِ متاع ایمانی! اور اے مفسدین ملت و مدعیان اصلاح! قرآن کریم اسی کو حقیقت اسلامی کہتا ہے۔ اسلام کا اعتقاد اسی کے لیے ہے اور اس کی تمام عبادتیں اسی کے لیے ہیں۔ اس کے تمام جسم اعمالی کی روح میں یہی شے ہے اور یہی وہ چیز ہے جس کی یاد کو اس نے ہمیشہ زندہ رکھنا چاہا اور عیدالاضحیٰ کو یوم جشن و مسرت بنایا۔

مولانا ابوالکلام آزادؒ
قرآن کا قانونِ عروج و زوال

اس شمارے میں

فریضۂ نہی عن المنکر
سورۃُ القدر: عظمت قرآن کا بیان
حکمرانوں کی منزلِ مقصود
قرآن حکیم اور عصر حاضر
شیخ عمر تلمسانیؒ کی جدوجہد
یادوں کی تسبیح (16)
کیا نماز کا طریقہ اختلافی ہے؟
تفہیم المسائل
دعوتی و تربیتی سرگرمیاں
عالم اسلام

الھدیٰ (217)

سورۃ النساء (آیات 88-89)

ڈاکٹر اسرار احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرَّحیم

﴿فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنٰفِقِيْنَ فِئَتَيْنِ وَاللّٰهُ اَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا ؕ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَهْدُوْا مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ﴿٨٨﴾ وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا فَتَكُوْنُوْنَ سَوَآءً فَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ اَوْلِيَآءَ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿٨٩﴾﴾

’’تو کیا سبب ہے کہ تم منافقوں کے بارے میں دو گروہ ہو رہے ہو حالانکہ اللہ نے اُن کو اُن کے کرتوتوں کے سبب اوندھا کر دیا ہے۔ کیا تم چاہتے ہو کہ جس شخص کو اللہ نے گمراہ کر دیا ہے اُس کو رستے پر لے آؤ۔ اور جس شخص کو اللہ گمراہ کر دے تم اُس کے لیے کبھی بھی رستہ نہیں پاؤ گے۔ وہ تو یہی چاہتے ہیں کہ جس طرح وہ خود کافر ہیں (اسی طرح) تم بھی کافر ہو کر (سب) برابر ہو جاؤ تو جب تک وہ اللہ کی راہ میں وطن نہ چھوڑ جائیں اُن میں سے کسی کو دوست نہ بنانا۔ اگر (ترکِ وطن کو) قبول نہ کریں تو اُن کو پکڑ لو اور جہاں پاؤ قتل کر دو اور ان میں سے کسی کو اپنا رفیق اور مددگار نہ بناؤ۔‘‘

منافقین کے بارے میں ایک اور بات بتائی جا رہی ہے کہ منافقین پر ہجرت بھاری ہے اور ہجرت اب فرض کر دی گئی ہے۔ درحقیقت حضورﷺ کی دعوت اور تحریک اس مرحلے پر آ گئی تھی کہ اب قتال اور باطل کے خلاف اقدام کرنا تھا۔ اس مقصد کے لیے ضروری تھا کہ آپؐ کو جتنی بھی افرادی قوت میسر تھی اُسے مرکز پر اکٹھا کیا جائے تا کہ پوری قوت کے ساتھ باطل سے ٹکرایا جا سکے۔ چنانچہ ہجرتِ مدینہ کا حکم دیا گیا۔ برخلاف ہجرتِ حبشہ کے جو optioal تھی اور مکہ میں حالات کی سختی سے بچنے کے لیے اُس کی صرف اجازت دی گئی تھی۔ اِس حکم کی بنا پر سوائے بچوں، عورتوں، بوڑھوں، بیماروں یا اُن لوگوں کے جو ہجرت کا راستہ نہیں پاتے سب مسلمانوں پر ہجرت لازم ہو گئی تھی۔ ان حالات میں جن لوگوں نے بلا عذر ہجرت نہیں کی اُن کا نفاق ظاہر ہو گیا، اور انہیں منافق قرار دیا گیا۔

فرمایا، تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ منافقین کے معاملہ میں تم دو گروہ بن گئے ہو۔ کچھ لوگ ہجرت نہ کرنے والوں کے لیے نرم گوشہ رکھتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں، ان کے معاملہ میں نرمی ہونی چاہیے۔ آخر ایمان تو لائے ہیں، بس ہجرت ہی تو نہیں کر سکے۔ اور کچھ دوسرے لوگ اس معاملے میں سخت رویے کے حامی ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہجرت اللہ کا حکم ہے۔ اس پر سختی سے عمل ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے مسلمانو، تم ان ہجرت نہ کرنے والوں کے معاملے میں دو گروہ کیوں بن رہے ہو۔ اللہ نے تو ان کے کرتوتوں کے سبب ان کو الٹ دیا ہے یعنی ہجرت نہ کرنا درحقیقت اس بات کا ثبوت ہے کہ ان کا ایمان رخصت ہو چکا، ہاں کوئی مجبوری ہوتی یا عذر ہوتا تو اور بات تھی۔ کیا تم چاہتے ہو کہ ان کو ہدایت پر لے آؤ جبکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی گمراہی پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے۔ اور جس کی گمراہی پر اللہ کی طرف سے آخری مہرِ تصدیق ثبت ہو چکی ہو پھر تم اس کے لیے کوئی راستہ نہ پاؤ گے۔ منافقین تو چاہتے ہیں کہ جیسے انہوں نے کفر کیا تم بھی کرو، تا کہ ان کے ساتھ برابر ہو جاؤ۔ پس تم ان کو اپنا دوست اور حمایتی نہ سمجھو، جب تک وہ اللہ کی راہ میں ہجرت نہ کریں۔ اگر وہ ہجرت نہیں کرتے تو وہ مومن نہیں ہیں، منافق ہیں۔ ان کو گرفتار کرو اور قتل کرو جہاں بھی ان کو پاؤ۔ کیونکہ وہ کافروں کے حکم میں ہیں، اگرچہ کلمہ پڑھتے ہوں۔ ان میں سے کسی کو بھی اپنا ولی، دوست اور مددگار مت بناؤ۔

فرمانِ نبویؐ

دین سے زور آزمائی کا انجام

چودھری رحمت اللہ بٹر

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((اِنَّ الدِّيْنَ يُسْرٌ وَلَنْ يُّشَادَّ الدِّيْنَ اَحَدٌ اِلَّا غَلَبَهٗ فَسَدِّدُوْا وَقَارِبُوْا وَوَبْشِرُوْا وَاسْتَعِيْنُوْا بِالْغَدْوَةِ وَالرَّوْحَةِ وَشَيْءٍ مِّنَ الدُّلْجَةِ)) (رواہ البخاری)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ’’دین آسان ہے، دین سے جس نے زور آزمائی کی تو دین نے اسے ہرا دیا (وہ شخص سرکشی کے باعث خائب و خاسر ہوا)۔ پس تم راہِ راست پر رہو اور میانہ روی اختیار کرو، خوشخبری لو اور صبح و شام نیز رات کے آخری حصہ میں بندگی رب تعالیٰ سے اس کا قرب تلاش کرو‘‘۔

"تا خلافت کی بنا' دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

جلد 15 — 5 تا 11 جنوری 2006ء — 4 تا 10 ذوالحجہ 1426ء — شمارہ 2

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت
سید قاسم محمود۔ ایوب بیگ مرزا
فرقان دانش خان۔ سردار اعوان۔ محمد یونس جنجوعہ
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد طابع: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے' علامہ اقبال روڈ' گڑھی شاہو لاہور-54000
فون: 6366638 - 6316638 فیکس: 6271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت 36-کے ماڈل ٹاؤن' لاہور-54700
فون: 5869501-03

قیمت فی شمارہ 5 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرون ملک ...... 250 روپے
بیرون پاکستان
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (1500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (2200 روپے)
ڈرافٹ' منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں
چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی رائے سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ

ایوب بیگ مرزا

فریضہ نہی عن المنکر

پاکستان کے خالص مذہبی حلقوں میں جمہوریت کو کبھی بھی پسندیدگی کی نگاہ سے نہیں دیکھا گیا۔ لیکن اِس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ جمہوری نظام کا ملوکیت اور فوجی آمریت سے اصل فرق اظہار رائے کی آزادی کا ہوتا ہے۔ جمہوریت میں گھٹن نہیں ہوتی اور ماحول میں حبس کی کیفیت نہیں پائی جاتی۔ اِس نظام میں دانشوروں اور سیاست دانوں کو تحریر و تقریر کی مکمل آزادی حاصل ہوتی ہے۔ جمہوری ملک میں اگر کوئی اختلافی مسئلہ زیادہ شدت اختیار کر جائے تو لوگ اپنے جذبات کے اظہار کے لیے سڑکوں پر نکل آتے ہیں۔ جمہوریت کی زبان میں اِسے عوامی مظاہرہ کہا جاتا ہے۔ اصولی طور پر تو مظاہرہ کسی بھی شعبہ زندگی میں اختیار کی گئی کج روی اور غلط کاری کے خلاف ہونا چاہیے لیکن پاکستان میں مظاہرہ صرف سیاسیات سے منسلک ہو کر رہ گیا ہے۔ یعنی مظاہرین خصوصاً مظاہرے کے منتظمین سیاسی عزائم رکھتے ہیں اور اُن کا ہدف بلاواسطہ یا بالواسطہ اپنے سیاسی حریف ہوتے ہیں۔ اِس کا اہتمام اکثر و بیشتر اپوزیشن جماعتیں کرتی ہیں' تاکہ عوامی سطح پر وقت کے حکمرانوں کے خلاف جذبات بھڑکائے جائیں اور کرسی کی جنگ میں پانسہ پلٹا جا سکے۔ ایسے مظاہروں میں کسی ایسی برائی کے خلاف آواز اٹھانے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا جس سے اُن کا اپنا ووٹ بنک متاثر ہونے کا معمولی سا امکان بھی ہو۔

تنظیم اسلامی کو یہ انفرادیت حاصل ہے کہ وہ ہر قسم کی سیاست اور فرقہ واریت سے بلند ہو کر معاشی اور معاشرتی برائیوں کے خلاف مظاہرے کرتی رہتی ہے اور عوام کو اِن برائیوں کے خطرناک نتائج سے آگاہ کرتی ہے۔ گزشتہ ہفتے تنظیم اسلامی نے عریانی اور فحاشی کے خلاف ملک گیر مظاہرہ کیا۔ حیرت کی بات ہے کہ جو ملک اسلام کے نام پر لا الہ الا اللہ کا نعرہ بلند کر کے حاصل کیا گیا تھا' وہاں لوگوں کا اسلام سے تعلق محض رسمی اور رواجی سا ہو گیا ہے۔ سیکولر اور آزاد خیال لوگوں کا تو ذکر ہی کیا' نماز روزہ کے پابند مسلمانوں کی اکثریت کا حال یہ ہے کہ معاشرتی اور سماجی سطح پر اللہ اور رسول ﷺ کے فرامودات کو پسِ پشت ڈالے ہوئے ہیں۔ بقول علامہ اقبال۔

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود — یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کر شرمائیں یہود

اللہ رب العزت نے اپنی آخری کتاب قرآن حکیم میں اسلام کا معاشرتی نظام بڑی تفصیل سے بیان فرمایا ہے اور معاشرتی برائیوں کی وجہ سے سابقہ امتوں کے عبرتناک انجام سے ہمیں آگاہ کیا ہے۔ اللہ فرماتا ہے "بے حیائی کے قریب بھی نہ جاؤ خواہ ظاہر ہو یا چھپی ہو" اور مزید ہم پر واضح کر دیا کہ "شیطان تمہیں بُرے کاموں اور فحش باتوں کا حکم دیتا ہے"۔ ہمارا دین عورت کو پردے کا اہتمام کرنے اور گھر میں ٹکے رہنے اور مرد و زن کو نگاہیں نیچی رکھنے کا حکم دیتا ہے۔ عریانی اور فحاشی کا آغاز بے پردگی سے ہوتا ہے لیکن مغرب کی تقلید میں ہمارے معاشرے میں بے پردگی کو فیشن سمجھا جاتا ہے' اور یہ سٹیٹس سمبل بن چکا ہے۔ حالانکہ مغرب میں عریانی اور فحاشی کے تباہ کن نتائج ظاہر ہو رہے ہیں۔ خاندانی نظام درہم برہم ہو گیا ہے۔ اگر ہم مغربی معاشرہ کی تقلید کرتے رہے تو یہ تباہی و بربادی ہمارے گھروں کا رخ بھی لازماً کرے گی۔ لہٰذا ہماری سیاسی خصوصاً مذہبی سیاسی جماعتوں کو حالات کی سنگینی کا اندازہ کرنا چاہیے۔ اگر وہ اقتدار کے حوالے سے میوزیکل چیئر کے کھیل میں مصروف رہتی ہیں اور کرسی کی جنگ میں ایک دوسرے کی ٹانگ کھینچنے میں اپنی توانائیاں صرف کرتی ہیں تو یہ نظریاتی ملک کسی خوفناک حادثہ سے دوچار ہو سکتا ہے۔ ہماری رائے میں کوئی جماعت سیاسی ہو یا مذہبی قوم کا درد رکھنے یا وطن (باقی صفحہ نمبر 17 پر)

سید قاسم محمود

ساتویں غزل

(بالِ جبریل، حصہ دوم)

پھر چراغِ لالہ سے روشن ہوئے کوہ و دمن	مجھ کو پھر نغموں پہ اُکسانے لگا مرغِ چمن
پھول ہیں صحرا میں یا پریاں قطار اندر قطار	اُودے اُودے، نیلے نیلے، پیلے پیلے پیرہن
برگِ گل پر رکھ گئی شبنم کا موتی بادِ صبح	اور چمکاتی ہے اس موتی کو سورج کی کرن
حسنِ بے پروا کو اپنی بے نقابی کے لیے	ہوں اگر شہروں سے بن پیارے تو شہر اچھے کہ بن؟
اپنے مَن میں ڈوب کر پاجا سراغِ زندگی	تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن، اپنا تو بن!
مَن کی دنیا؟ مَن کی دنیا سوز و مستی جذب و شوق	تن کی دنیا؟ تن کی دنیا سود و سودا مکر و فن
من کی دولت ہاتھ آتی ہے تو پھر جاتی نہیں	تن کی دولت چھاؤں ہے! آتا ہے دھن، جاتا ہے دھن!
من کی دنیا میں نہ پایا میں نے افرنگی کا راج	من کی دنیا میں نہ دیکھے میں نے شیخ و برہمن
پانی پانی کر گئی مجھکو قلندر کی یہ بات	تو جھکا جب غیر کے آگے نہ من تیرا، نہ تن!

یہ بظاہر غزل ہے، لیکن دراصل ایک نظم ہے، جس میں اقبال نے من کی دنیا اور تن کی دنیا کا موازنہ ہمارے سامنے پیش کیا ہے۔ پہلے تین اشعار میں ہماری توجہ مظاہر فطرت کی طرف مبذول کی ہے، تاکہ ہمارے دل میں خالقِ فطرت کی ہستی کا یقین پیدا ہوسکے۔ چوتھے شعر میں شاعر بتانا چاہتا ہے کہ اللہ کی ہستی کا ثبوت شہروں سے زیادہ جنگلوں میں ملتا ہے۔ شہروں میں انسان کی ہنرمندی نمایاں ہے اور صحراؤں اور جنگلوں میں اللہ کا جلوہ نظر آتا ہے، اس لیے جو لوگ اللہ کے شیدائی ہیں انہیں شہروں کی بجائے صحرا زیادہ مرغوب ہوتا ہے۔

اس کے بعد شاعر اپنے اصل مقصد کی وضاحت شروع کرتا ہے اور پانچ شعروں میں من اور تن کی دنیا میں موازنہ کرتا ہے۔ زورِ بیان، سلاستِ زبان اور تاثیر کے لحاظ سے اِن پانچ شعروں کا جواب اقبال کی نظم ''ساقی نامہ'' کے علاوہ اور کہیں نہیں مل سکتا۔ پہلے تین شعر بالکل آسان ہیں، اس لیے اُن کی تشریح نہیں کی گئی۔

4۔ ''حسن بے پروا'' سے مراد اللہ کی ذات ہے۔ کہتے ہیں کہ اگر اللہ نے اپنی ہستی کا ثبوت دینے کے لیے شہروں کے بجائے صحرا کو پسند فرمایا ہے تو ایک طالب حق کی نگاہ میں صحرا، شہر سے زیادہ محترم اور مرغوب ہونا چاہیے۔ مطلب یہ کہ اگر کسی شخص کو اللہ کی معرفت درکار ہو تو صحیفۂ فطرت کا مطالعہ کرے اور اس کے لیے صحرا بہترین درس گاہ ہے۔

5۔ اللہ کی تلاش ہو تو فطرت کا مطالعہ کرو۔ اپنے من میں ڈوب جاؤ۔ ساری حقیقت آشکار ہو جائے گی۔ سراغِ زندگی سے مراد ہے زندگی کی حقیقت، ماہیت و کیفیت۔ من میں ڈوب کر حقیقت کی ''معرفت'' درکار ہے تو اس کا طریقہ استدلالی (فلسفہ) نہیں ہے، بلکہ کشفی (تصرف) ہے۔ یعنی انسان کو اپنی حقیقت معلوم تو نہیں ہوسکتی، ہاں منکشف ہوسکتی ہے یعنی اقبال عقل کی بجائے عشق کے پیروکار ہیں۔ سراغِ زندگی منطقی و استدلالی بحث مباحثے سے نہیں، بلکہ مجاہدے، مراقبے اور مکاشفے سے مل سکتا ہے، جسے اقبال اپنی مخصوص اصطلاح میں اپنے من میں ڈوب جانے سے تعبیر کرتے ہیں۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اقبال کے فلسفے یا پیغام کے عناصرِ ترکیبی حسب ذیل ہیں:

۱۔ اللہ موجود ہے جو اس کائنات کا خالق ہے۔

۲۔ انسان موجود ہے جو اُس کا نائب ہے۔

۳۔ انسان کا مقصدِ حیات یہ ہے کہ وہ اپنی حقیقت سے آگاہ ہو۔

۴۔ حقیقت سے آگاہ ہونے کے لیے من میں ڈوب کر ابھرنا لازمی ہے۔

6۔ اس شعر میں اقبال فلسفۂ خودی کو بالکل ایک نئے انداز میں پیش کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی وہ جذبۂ عشق و مستی کے علاوہ انسانی فطرت کے دونوں پہلوؤں، نیکی اور بدی کا جائزہ بھی لیتے ہیں۔ چنانچہ اُن کا کہنا ہے کہ ایک جانب تو انسان باطنی سطح پر جذب و مستی اور عشقِ حقیقی سے ہم آہنگ رہتا ہے، جبکہ اس کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ ذاتی مفاد کے لیے وہ ہر نوع کے مکر و فن کے مراحل سے گزرنے میں بھی عار محسوس نہیں کرتا۔ اقبال اس شعر میں انسانی کردار کے اِن دونوں پہلوؤں کو خیر و شر کے آئینے میں دیکھتے ہیں۔

7۔ مذکورہ بالا مسئلے کو اس شعر میں زیادہ وضاحت کے ساتھ اپنے نقطۂ نظر سے اقبال نے پیش کیا ہے۔ ان کے مطابق انسان کو باطنی اور رُوحانی سطح پر قلبی سکون میسر آ جائے تو پھر اُس کو ختم نہیں کیا جا سکتا۔ یہ تو ایسی نعمتِ غیر مترقبہ ہے جو ضائع نہیں ہوتی۔ جبکہ مادی اور جسمانی سطح پر حاصل ہونے والی دولت اور قوت تو ڈھلتی پھرتی چھاؤں کی مانند ہے، اس کو کسی طور پر بھی پائیداری حاصل نہیں ہوتی۔

8۔ اقبال من کی دنیا کو ایسی ریاست سے تعبیر کرتے ہیں جہاں مغربی استعمار کا تسلط بھی کسی طور پر ممکن نہیں ہے، بلکہ اس دنیا میں تو شیخ و برہمن کے تضادات پر مبنی رویوں کی بھی گنجائش نہیں ہے۔ مراد یہ کہ من کی دنیا ایسی پاکیزہ اور شفاف دنیا ہے، جہاں مفاد پرستی، منافقت اور ریاکاری کا شائبہ تک نہیں ہے۔ یہ جہاں مغربی استعمار کی عیاری اور فریبی سیاست سے دُور ہے، وہاں اُس میں شیخ و برہمن کے گمراہ کن نظریات بھی نہیں ہیں۔

9۔ اپنی بات کو تمام کرتے ہوئے نظم کے اس شعر میں اقبال کہتے ہیں کہ اس ضمن میں مجھے تو ایک مردِ قلندر کا قول شرمسار کر گیا کہ اپنی خودی کو چھوڑ کر اگر تُو کسی کے رُوبرو جھک گیا تو جان لے کہ تیرے پاس نہ تو رُوحانی سکون کی دولت باقی رہے گی نہ دوسرے مادی فوائد ہی برقرار رہیں گے۔

منبر و محراب

سورۃ القدر

قرآن حکیم کی عظمت اور فضیلت کا بیان

مسجد دارالسلام باغ جناح لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید صاحب کے 30 دسمبر 2005ء کے خطابِ جمعہ کی تلخیص

خطبۂ مسنونہ اور سورۃ القدر کی تلاوت کے بعد فرمایا:

آج ہمیں سورۃ القدر کا مطالعہ کرنا ہے۔ اس کے زمانہ نزول کے بارے میں کچھ اختلاف ہے۔ اگرچہ ایک رائے یہ بھی ہے کہ یہ مدنی سورت ہے لیکن صحابہ کرامؓ اور سلف میں سے اکثریت کی رائے میں یہ سورت مکی ہے۔ اس کا مضمون اسی رائے کی تائید کرتا ہے۔ اس سورۃ کا موضوع ہے عظمت قرآن مجید۔

فرمایا:

﴿اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۝۱﴾

''بے شک ہم نے اس کو نازل کیا شب قدر میں''۔

اس میں اِس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ اگر کسی کے ذہن میں یہ بات ہے کہ (نعوذ باللہ) یہ کلام محمد (ﷺ) اپنے پاس سے گھڑ کر پیش کر رہے ہیں تو اس غلط فہمی کو ذہن سے جھٹک دے۔ اس کتاب کو ہم ہی نے نازل فرمایا۔ ایک اور مقام پر اس مضمون کو یوں بیان کیا گیا:

﴿تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ۝﴾

(الواقعہ:80)

''(یہ کلام) اتارا ہوا ہے رب العالمین کی جانب سے''۔

یہ مالک ارض و سما کا کلام ہے' اس کی عظمت کو پہچانو۔ ''قدر'' کے مفسرین نے عام طور پر دو مفہوم بیان کئے ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ قدر تقدیر سے ہے۔ پس لیلۃ قدر سے مراد وہ شب ہے جس میں سال بھر کے لیے قسمت اور تقدیر کے فیصلے ہوتے ہیں۔ قدر کا دوسرا مفہوم قدر و قیمت اور عظمت والی شے ہے۔ اس اعتبار سے شب قدر وہ رات ہے جو بڑی قدر و قیمت اور عظمت والی ہے۔ اس رات ہم نے قرآن حکیم کو نازل فرمایا۔

قرآن کا نزول تقریباً 23 برسوں میں مکمل ہوا۔ یہ کلام مقدس جستہ جستہ' تھوڑا تھوڑا کر کے نازل ہوا۔ پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس کے شب قدر میں نزول سے کیا مراد ہے؟ بعض مفسرین اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ نزول قرآن کا سلسلہ اُس شب شروع ہوا۔ اور بعض مفسرین کے نزدیک اس سے مراد یہ ہے کہ اس رات پورا قرآن حکیم اُم الکتاب سے منتقل ہو کر حامل وحی فرشتوں کے حوالہ کر دیا گیا' اور پھر حالات' واقعات اور تقاضوں کے مطابق حسب ضرورت نبی اکرم ﷺ پر 23 برس تک نازل کیا جاتا رہا۔ (واللہ اعلم)

﴿وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۝۲﴾

''اور تم کیا جانو کہ شب قدر کیا ہے''۔

یہ قرآن مجید کا خاص اسلوب ہے' جس سے اہل عرب واقف نہیں تھے۔ قرآن جب کسی چیز کا تعارف کراتا ہے تو پہلے متوجہ کرنے کے لئے استفہامیہ انداز میں سوال کیا جاتا ہے اور پھر اس کی وضاحت کی جاتی ہے۔ یہ اسلوب کئی مقامات پر اختیار کیا گیا ہے۔ مثلاً سورۃ الانفطار میں يَوْمُ الدِّيْنِ کا ذکر کیا گیا' اور آگے فرمایا: ﴿وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ۝﴾ (آیت:17) ''اور تمہیں کیا خبر کہ بدلے کا دن کیا ہے''۔ سورۃ القارعہ میں ہے: ﴿اَلْقَارِعَةُ ۝ مَا الْقَارِعَةُ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَةُ۝﴾ (آیات: 1-3) ''وہ کھڑ کھڑا ڈالنے والی' کھڑ کھڑا ڈالنے والی کیا ہے؟ اور تم کیا جانو کہ کھڑ کھڑا ڈالنے والی کیا ہے''۔ اسی طرح یہاں فرمایا:

﴿وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۝۲﴾

''اور تم کیا جانو کہ شب قدر کیا ہے''۔

آگے لیلۃ القدر کی وضاحت کی جارہی ہے۔

﴿لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ۝۳﴾

''لیلۃ القدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے''۔

''خیر من الف شهر'' کے دو مفاہیم بیان کئے گئے ہیں۔ ایک یہ ہے کہ اس شب عبادت کرنا' خیر و بھلائی کے کام کرنا' ہزار مہینوں کی عبادت اور خیر کے کاموں سے بہتر ہے۔ عربی زبان میں ''ہزار'' اور ''ستر'' وغیرہ کے جو الفاظ آتے ہیں' وہ حد درجہ فضیلت کے لئے آتے ہیں' ان سے گنتی مقصود نہیں ہوتی کہ جمع تفریق کر کے ان کے مجموعی دن یا راتیں بنا لی جائیں۔ دوسرا مفہوم یہ بیان ہوا کہ اس رات نوع انسانی کو جو کچھ عطا ہوا ہے خیر و برکت کے اعتبار سے وہ ہزار مہینوں کی محنت پر بھاری ہے۔ ہزار مہینوں میں انسان کی محنت اُسے وہ کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتی جو فائدہ نزول وحی کی صورت میں اُسے اس ایک رات میں پہنچا۔

یہ شب بھی عام راتوں کی طرح ایک رات ہے۔ اس میں فی نفسہٖ کوئی عظمت نہیں۔ اس کو ''لیلۃ القدر'' بنانے والی شے قرآن حکیم ہے جو اس میں نازل ہوا۔ چنانچہ اسی بات کو آگے بڑھایئے۔ سال کے بارہ مہینوں میں سے جو شرف و امتیاز رمضان المبارک کو حاصل ہے اُس کی بنیاد بھی قرآن مجید ہے۔ کیونکہ اس میں قرآن نازل ہوا ہے۔ جیسے فرمایا: ﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ﴾ (البقرہ:185) ''رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا''۔ جس رات میں قرآن نازل ہوا وہ رات بھی انتہائی بابرکت ٹھہری۔ اسی طرح نبی اکرم ﷺ نے ہفتہ کے سات دنوں میں جمعہ کو افضل قرار دیا ہے۔ اس کی فضیلت کی بنیاد بھی قرآن مجید ہے۔ خطبۂ جمعہ کے ذریعے قرآن حکیم کی دعوت و تبلیغ ہوتی ہے۔ جمعہ کے اس نظام کا مدعا یہ ہے

شب قدر نوع انسانی کو جو کچھ عطا ہوا' خیر و برکت کے اعتبار سے وہ ہزار مہینوں کی محنت پر بھاری ہے۔ ہزار مہینوں کی محنت انسان کو وہ فائدہ نہیں پہنچا سکتی' جو فائدہ نزولِ وحی کی صورت انسان کو اس شب پہنچا

کہ ہر ہفتے جمعۃ المبارک کو مسلمان مل بیٹھیں اور جمعہ کے اس اجتماع کے ذریعے قرآن حکیم کے ازلی پیغام کو سمجھیں' خطیب انہیں قرآن حکیم کی تعلیمات سے آگاہ کرے انہیں اس کے احکامات کی تعمیل کی دعوت دے۔ پھر انسانوں میں جو شخص بھی اس کے سیکھنے سکھانے میں لگا ہو وہ بہترین قرار پاتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا:

((خَيْرُكُمْ مَّنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهٗ))

(رواہ بخاری)

''تم میں سے بہترین وہ ہے جو قرآن سیکھے اور (دوسروں کو) سکھائے''۔

لیلۃ القدر رمضان کی کون سی شب ہے؟ اس کے بارے میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اسے رمضان کے آخری عشرے کی راتوں میں تلاش کرو۔ کہیں پر بطور خاص طاق راتوں کا ذکر فرمایا گیا۔ کہیں 27ویں اور 29ویں شب کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ اور بہت سے صحابہؓ کے متعلق روایات میں یہ بھی آتا ہے کہ انہیں قطعیت کے ساتھ یقین تھا کہ یہ ماہ رمضان کی 27ویں شب ہے۔

اس شب کی عظمت کا اور پہلو بھی ہے۔ اللہ کی طرف سے اس میں سال بھر کے قضاء وقدر کے فیصلے صادر ہوتے ہیں اور کارکنانِ قضاء وقدر کے سپرد کر دیے جاتے ہیں۔ چنانچہ آگے فرمایا:

﴿تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ ﴾

''اس رات اترتے ہیں فرشتے بھی اور روح (جبرئیل امین) بھی اپنے رب کے اذن سے' احکام کے ساتھ''۔

گویا روحانی اعتبار سے اِس رات کی فضیلت کا ایک مظہر یہ بھی ہے کہ اس میں فرشتے اترتے ہیں اور روح القدس یعنی جبرئیل امین نازل ہوتے ہیں۔ یہ ملائکہ اللہ کا ہر حکم لے کر نازل ہوتے ہیں۔ اس شب ہر اہم معاملے کا فیصلہ بھی چکا دیا جاتا ہے۔ اس کی کچھ تفصیل سورۂ دخان میں آئی ہے۔ فرمایا:

﴿حٰمٓ ۝ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۝ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ ۝ فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ ۝ اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا ...... ۝﴾

(آیات: 1 تا 5)

''حم۔ قسم ہے اس کتاب مبین کی کہ ہم نے اسے ایک بڑی خیر و برکت والی رات میں نازل کیا ہے' کیونکہ ہم لوگوں کو متنبہ کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ یہ وہ رات تھی جس میں ہر معاملہ کا حکیمانہ فیصلہ ہمارے حکم سے صادر کیا جاتا ہے''۔

یہاں ''امر حکیم'' کے جو الفاظ آئے ہیں' ان کے دو معانی ہیں۔ ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کا ہر حکم سراسر حکمت و دانائی پر مبنی ہوتا ہے۔ اس میں کسی غلطی یا خامی کا کوئی امکان نہیں۔

دوسرے یہ کہ وہ ایک پختہ اور محکم فیصلہ ہوتا ہے۔ اسے بدل دینا کسی کے بس میں نہیں۔

آخری آیت ہے:

﴿سَلٰمٌ ۛ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۝﴾

''یہ رات سراسر سلامتی ہے (خیر و برکت کا باعث ہے) طلوع فجر تک''۔

ہمارے اتحاد کی بنیاد ''حبل اللہ'' تھی جب ہم نے اس سے انحراف کیا تو انتشار کا شکار ہو گئے اور قوم کا شیرازہ بکھرنے لگا۔ اب ضرورت پھر اسی کتاب زندہ کی طرف پلٹنے کی ہے

یعنی فجر کے وقت تک خیر و برکت کا یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔ روحانی انوار و تجلیات کی بارش ہوتی رہتی ہے۔

سورۃ القدر کا اصل موضوع عظمت قرآن ہے۔ عظمت قرآن کے بہت سے پہلو ہیں۔ ایک یہ کہ اللہ کی نظر میں اس کا مقام و مرتبہ کیا ہے۔ فارسی کا ایک مصرعہ ہے۔ قدر گوہر شاہ داند یا داند جوہری۔ یعنی ہیرے کی قدر یا تو بادشاہ کو معلوم ہوتی ہے یا جوہری کو جو اس فن میں ماہر ہے۔ عام آدمی کے لیے تو کانچ کے ٹکڑے اور قیمتی ہیرے میں کوئی خاص فرق نہیں ہوتا۔ اس اعتبار سے اس کلام کی اصل قدر و قیمت سے تو اللہ تعالیٰ کی ذات آگاہ ہے' یا پھر وہ ہستی جس پر یہ کلام نازل ہوا۔ انسان اپنے ذہن کی نارسائی کے سبب اس کتاب عظیم کی عظمت کا صحیح ادراک نہیں کر سکتا۔ باری تعالیٰ نے اس کی سہولت کے لیے قرآن حکیم کی قدر و منزلت کو ایک تمثیل کے پیرائے میں واضح کیا۔ فرمایا:

﴿لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ۭ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ۝﴾ (الحشر: 21)

''اگر ہم اس قرآن کو نازل کر دیتے کسی پہاڑ پر تو تم دیکھتے کہ وہ دب جاتا اللہ کی ہیبت سے۔ یہ مثالیں ہم بیان کرتے ہیں لوگوں کے لئے' تاکہ وہ غور و فکر کریں''۔

ان تمثیلوں کے ذریعے سے اس کلام کی عظمت اور فضیلت تک پہنچنے کی کوشش کرو۔

قرآن مجید ہمارے لیے کتنی اہمیت کا حامل ہے' اس پہلو سے بھی ہمیں قرآن مجید سے راہنمائی ملتی ہے۔ سورۃ الرحمٰن میں فرمایا:

﴿اَلرَّحْمٰنُ ۝ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۝﴾ (آیت: 2-1)

''رحمان۔ اس نے قرآن کی تعلیم دی ہے''۔

اللہ تعالیٰ کی صفت رحمت ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر کی مانند ہے' اُس کا ایک بڑا مظہر یہ کلام الٰہی ہے۔ قرآن حکیم انسانیت کے لیے ہدایت' رہنمائی اور روشنی کا مینار ہے۔ سورۂ نمل میں فرمایا:

﴿وَاِنَّهٗ لَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝﴾

(آیت: 57)

''اور وہ ہدایت اور رحمت ہے اہل ایمان کے لئے''۔

سورۂ یونس میں فرمایا:

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ ۙ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝﴾ (یونس: 57)

''اے لوگو! آ چکی ہے تمہارے رب کی جانب سے وہ شے کہ جو موعظت اور سینوں کے امراض کا علاج ہے اور مومنین کے لیے ہدایت اور رحمت ہے''۔

اس آیت میں قرآن حکیم کے لیے چار الفاظ استعمال ہوئے ہیں: موعظة' شفاء لمافی الصدور' هدی اور رحمة للمومنین۔

موعظت: موعظت کہتے ہیں کسی ایسے وعظ یا ایسی بات کو جس سے دل پگھل جائے' گویا اس کا مطلب ہے دل کی زمین کو نرم کرنے والا کلام۔ دنیا پرستی' زر پرستی' مفاد پرستی' خود غرضی اور سود خوری سے دلوں میں سختی آ جاتی ہے۔ اور ان میں ہدایت کا بیج داخل نہیں ہو سکتا۔ سو قرآن مجید دلوں کو نرم کرنے والا کلام ہے۔

شفاء لما فی الصدور ''اور سینوں میں جو امراض ہیں ان کا علاج ہے''۔ بیج کو پروان چڑھنے میں مختلف قسم کی جڑی بوٹیاں رکاوٹ بن جاتی ہیں۔ آدمی بیج ڈالتا ہے۔ بیج اُگ تو جاتا ہے لیکن آس پاس کی جڑی بوٹیاں اس کی نشوونما کو متاثر کرتی ہیں اور پودا بار آور نہیں ہو سکتا۔ ان بوٹیوں کی نہلائی ضروری ہے۔ اس مقصد کے لیے گوڈی کی جاتی ہے اور ان رکاوٹوں کو دور کیا جاتا ہے تاکہ پودا پروان چڑھے۔ اسی طرح نفس انسانی کے اندر بہت سے روگ ہیں۔ مثلاً تکبر' حسد' تعصب' غصہ' کینہ' دنیا کی محبت' مال کی محبت وغیرہ۔ یہ ہدایت کے بیج کو پروان نہیں چڑھتے دیتے۔ ان تباہ کن امراض کا علاج بھی اس قرآن میں ہے۔ اس کی آیات میں وہ تاثیر ہے کہ اگر ان کی تلاوت کی جائے' ان میں غور و فکر کرو کیا جائے' اس کو سمجھا جائے تو یہ باطنی بیماریاں بھی بتدریج ختم ہو جاتی ہیں۔

''ھدی'' قرآن سراپا ہدایت ہے۔ جسے الھدیٰ کہا گیا ہے۔ قلب کی زمین میں جب ہدایت کی کھاد ڈالی جائے گی تب ہی فصل پوری طرح برگ بار لائے گی اور لہلائے گی۔

ورحمة للمؤمنین ''اور رحمت ہے مومنین کے

لیے' جب انسان کو ہدایت مل جائے تو پھر وہ اللہ کی رحمت کا مستحق بن جاتا ہے۔ اللہ کی رحمت اُسے اپنی آغوش میں لے لیتی ہے۔ ظاہر ہے کہ انسان کو سب سے زیادہ ضرورت اللہ کی رحمت کی ہے۔ دنیا میں بھی کامیابی اللہ کے فضل اور رحمت سے وابستہ ہے اور آخرت میں نجات کا انحصار مجرد اعمال پر ہی نہیں رحمت الٰہی پر ہے۔ چنانچہ ایک موقع پر نبیؐ نے فرمایا کہ کوئی شخص محض اپنے اعمال کے طفیل جنت میں داخل نہیں ہو سکے گا' جب تک کہ اللہ کی رحمت شامل حال نہ ہو۔ ایک صحابی نے (جرأت کر کے) پوچھ لیا: اے اللہ کے رسول! کیا آپؐ بھی؟ جواباً ارشاد فرمایا: ہاں میں بھی' جب تک اللہ کی رحمت مجھے اپنی آغوش میں نہ لے لے''۔

قرآن بہترین نعمت ہے جو اللہ نے ہمیں عطا فرمائی۔ اگر ہم اس سے فائدہ اٹھائیں گے تو یہ آخرت میں ہماری شفاعت کرے گا۔ اور اگر اس نعمت کی ناقدری کی تو ہمارے خلاف گواہ بنے گا۔ آپؐ نے فرمایا: ((اَلْقُرْآنُ حُجَّۃٌ لَّکَ اَوْ عَلَیْکَ)) (مسلم) ''یہ قرآن تمہارے حق میں دلیل بنے گا یا تمہارے خلاف''۔ ایک اور حدیث میں ہے: ((اَلصِّیَامُ وَالْقُرْآنُ یَشْفَعَانِ لِلْعَبْدِ)) (مسند احمد) ''روزہ اور قرآن قیامت کے دن بندے کے حق میں سفارش کریں گے''۔ لیکن ظاہر ہے کہ قرآن حکیم کی سفارش اُس شخص کے حق میں ہوگی' جس نے اس کے حقوق کو ادا کیا' اسے پڑھا' اللہ کے اس پیغام کو سمجھنے کی کوشش کی' اس میں غور و فکر کیا اور اس کے مطابق اپنی زندگی کو ڈھالا۔

عظمت قرآن کا ایک اور پہلو بھی ہے جس کا تعلق امت کی دنیاوی کامیابی سے بھی ہے۔ سورۃ طارق میں فرمایا:

﴿اِنَّہٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ o وَّمَا ھُوَ بِالْھَزْلِ o﴾ (آیت: 13-14)

''یہ ایک فیصلہ کن کلام ہے۔ یہ ہنسی کی بات نہیں''۔

مراد یہ ہے کہ یہ عام پند و نصائح کی کتاب نہیں کہ اسے پڑھ لیا' فائدہ اٹھا لیا' تو بھی اچھا ہے۔ اگر اس سے بے اعتنائی برتی تو بھی کوئی حرج نہیں۔ بلکہ یہ ایک ایسا فیصلہ کن منشور ہے کہ اس کی پیروی سے انسانیت کا مستقبل وابستہ ہے۔ امت کی ترقی' خوشحالی سربلندی اور کامرانی کا راز اس کی اتباع میں ہے اور ان کی ذلت و نکبت اس کو چھوڑ دینے میں ہے۔ یہی بات ہے جو نبی ﷺ نے فرمائی تھی:

((اِنَّ اللّٰہَ یَرْفَعُ بِھٰذَا الْکِتَابِ اَقْوَامًا وَّیَضَعُ بِہٖ آخَرِیْنَ)) (صحیح مسلم)

''اللہ تعالیٰ اسی کتاب کی بدولت اقوام کو دنیا میں بلندی (اور عزت) عطا فرمائے گا اور اس کے ذریعے (یعنی اس کو ترک کرنے کی پاداش میں) بعض دوسروں کو ذلیل و رسوا کر دے گا''۔

دنیا میں مسلمانوں کی تقدیر قرآن کے ساتھ وابستہ ہے۔ مسلم امہ کی اجتماعیت اور شیرازہ بندی کے لئے مرکز و محور بھی قرآن مجید ہے۔ چنانچہ اس حبل اللہ کو مضبوطی سے تھامنے کی تلقین کی گئی ہے۔ فرمایا:

﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا......﴾ (آل عمران: 103)

''سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور تفرقہ نہ کرو''۔

اس قرآن کو تھامو گے تو جو آپس میں متحد رہو گے۔ اسی کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے اوس اور خزرج کی دشمنی ختم کی تھی۔ اور وہ آپس میں بھائی بھائی بن گئے تھے۔ آج بھی افرادِ امت میں باہمی الفت و محبت تب بیدار ہوگی جب وہ قرآن حکیم کے ساتھ اپنے تعلق کو مضبوط بنائیں گے۔

آج قومی سطح پر کالا باغ ڈیم کا تنازعہ کا شدت اختیار کرتا جا رہا ہے۔ اس کا تنازعہ اصل سبب کیا ہے۔ ظاہر ہے اس کی وجہ بے اعتمادی ہے جس کے سبب قوم نااتفاقی اور انتشار کا شکار ہے اور مفادات کی جنگ جاری ہے۔ دراصل ہمارے اتحاد کی اصل بنیاد حبل اللہ تھی جس کی پکار تھی کہ اس قرآن کو مضبوطی سے تھامو اور تفرقے میں مت پڑو۔ جب ہم نے اُس سے انحراف کیا تو انتشار کا شکار ہو گئے اور قوم کا شیرازہ بکھرنے لگا۔ اقبال نے کہا تھا ؎

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

یعنی تمہارے اسلاف سچے مسلمان تھے' قرآن اور ایمان کے تقاضوں کو پورا کرنے والے تھے۔ لہٰذا سربلندی اُن کا مقدر بنی۔ اور تم نے اگرچہ کتاب اللہ کو مانا مگر اُسے اپنا امام اور رہنما نہ بنایا بلکہ لپیٹ کر ریشمی جزدان میں ایک طرف رکھ دیا اور اپنی زندگی خواہشات نفسانی کے مطابق گزار رہے ہو۔ اس لیے ذلت اور نکبت تمہارے حصے میں آئی۔

ہم نے عظیم نعمت کی اجتماعی سطح پر ناقدری کی۔ ناقدری کا مطلب توہین کرنا نہیں' بلکہ سب سے بڑی ناقدری یہ ہے ہم نے اس قرآن حکیم کے نظام عدل کو قائم نہیں کیا۔ حالانکہ یہ اتنا بڑا جرم ہے کہ فرمایا:

﴿وَمَنْ لَّمْ یَحْکُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْکٰفِرُوْنَ o ...... ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ o ...... ھُمُ الْفٰسِقُوْنَ o﴾ (المائدہ: 44 تا 47)

''اور جو اللہ کی اتاری ہوئی شریعت کے مطابق فیصلے نہیں کرتے (اللہ کی نگاہ میں) وہی کافر ہیں' ظالم ہیں' فاسق ہیں''۔

سورۃ الجمعہ میں فرمایا:

﴿مَثَلُ الَّذِیْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰۃَ ثُمَّ لَمْ یَحْمِلُوْھَا کَمَثَلِ الْحِمَارِ یَحْمِلُ اَسْفَارًا ط بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰہِ ط وَاللّٰہُ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ o﴾ (آیت: 5)

''مثال اُن لوگوں کی جن پر لادی تورات' پھر نہ اُٹھائی انہوں نے جیسے مثال گدھے کی کہ پیٹھ پر لیے چلتا ہے کتابیں۔ بُری مثال ہے اُن لوگوں کی جنہوں نے جھٹلایا اللہ کی آیات کو اور اللہ ہدایت نہیں دیتا ظالموں کو''۔

چودہ سو سال پہلے اللہ نے خبردار کر دیا تھا کہ جو قوم آسمانی ہدایت کی ناقدری کرتی ہے' اللہ کی نگاہ میں اس کا مقام اس گدھے کا سا ہے جس پر کتابوں کا بوجھ لدا ہوا ہے۔ یہ آیت ظاہر ہے کہ بنی اسرائیل کے بارے میں ہے جنہوں نے تورات کی ہدایت سے منہ موڑ لیا تھا۔ یہودیوں کو بھی بڑا فخر تھا کہ ہم اہل کتاب ہیں۔ ہمارے پاس اللہ کی کتاب ہے۔ مگر کتاب کو پس پشت ڈال کر اور اپنے کرتوتوں کے سبب وہ ذلت و مسکنت کے مستحق قرار پائے اور اُن پر اللہ کا غضب نازل ہوا۔ آج قرآن حکیم کے ساتھ ہمارا رویہ بھی بعینہٖ وہی ہے جو اُن کا تھا۔ ہم انفرادی زندگی قرآن میں جو ہدایت دی گئی ہے اس کے پیچھے چلنے کو تیار ہیں' اور نہ اجتماعی طور پر اس نظام کو نافذ کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ جو اللہ نے ہمیں عطا کیا ہے۔ پروردگار سے دعا ہے کہ اس قرآن کو ہمارے لئے امام بنا دے۔ آمین!

اسلام کے نظامِ تعلیم و تربیت میں اجتماعِ جمعہ کی اہمیت
اور — خطبۂ جمعہ کی اہمیت اور اصل غرض و غایت سے آگاہی کے لیے مطالعہ کیجیے:
خطبۂ جمعہ
عربی متن کا ترجمہ و تشریح
امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید کے چند خطابات جمعہ کی تلخیص
عمدہ طباعت ◈ سفید کاغذ ◈ قیمت: 30 روپے

حکمرانوں کی منزلِ مقصود

مقتدر طبقات کے لیے لائحہ عمل کی نشاندہی

محمد موسیٰ بھٹو

ویسے تو تقریباً سارے پاکستانی حکمرانوں کا ریکارڈ اچھا نہیں رہا ہے' لیکن موجودہ فوجی حکمران 1999ء میں برسر اقتدار آنے کے بعد جس تیز رفتاری سے ملک کو سیکولرزم' مادر پدر آزادی' اسلامی تہذیب سے دوری اور مغربی تہذیب سے ہم آہنگی کی طرف لے جا رہے ہیں' وہ اپنے اس کردار کی وجہ سے پاکستان کے سارے حکمرانوں سے منفرد نوعیت کے ثابت ہوئے ہیں۔ سیاسی' خارجی' مذہبی' ثقافتی' معیشتی و معاشرتی شعبوں میں اختیار کی جانے والی ان کی پالیسیاں بھی ایسی ہیں' جن میں دو ہی جذبے کارفرما نظر آتے ہیں' ایک یہ کہ امریکی آقا کو ہر ممکن حد تک خوش کرنے کی کوشش ہو' دوم یہ کہ اہل پاکستان کے ذہنی' نظریاتی اور ثقافتی رخ کو مکمل طور پر تبدیل کر کے اسے جدیدیت اور لادینیت سے ہم آہنگ کیا جائے۔

ایسے ایسے تہذیبی' ثقافتی' نظریاتی اور اور مسلمہ اصولی معاملات' جن میں پاکستان کے کسی حکمران کو اقدام کرنے کی جرأت نہیں ہوئی' موجودہ حکمران ان مسلمہ معاملات میں بھی قوم کے متفقہ موقف سے منحرف ہو کر تہذیبی ارتداد کی راہ پر گامزن ہو گئے ہیں۔ مثلاً جہادی کلچر کے خاتمہ کے لئے آخری حد تک کوشاں ہونا' مدارس کے صدیوں سے مسلسل دینی کردار پر ضرب کاری لگانے کے لئے ریاستی اداروں اور قوانین کا سہارا لینا' عورتوں کی آزادی کی تحریک کو مغربی ممالک کی سطح پر لے آنے کے لئے سرکار کی سرپرستی میں مخلوط تقاریب کا اہتمام کرنا' کھیل کود اور دوسرے بہت سارے معاملات میں عورتوں کے شرم و حیا کے جذبات کو فنا کرنے کے لئے کوشاں ہونا' ملک کے تعلیمی نظام کو آغا خان بورڈ جیسے اسلام دشمن اور امریکہ نواز ادارہ کے سپرد کرنا' تعلیمی نصاب میں اسلامی اور ملی تہذیبی اثرات کا آخری حد تک قلع قمع کرنا' معاشرتی سطح پر ملک کو این جی اوز جیسے مادہ پرست عالمی اداروں کی کاسہ لیس قوتوں کے حوالے کرنا' غربت و افلاس میں اضافہ کر کے عوام کو دین و مذہب اور اخلاقیات کی بجائے ذاتی مسائل میں الجھائے رکھنے کی پالیسی پر گامزن ہونا' مختلف طریقوں سے ساری قومی دولت کا رخ اپنے حامی طبقات کی طرف کرنا' ملک میں مصنوعی طور پر سرمایہ داری کی بدترین لعنت کو مسلط کرنے کی پالیسیوں پر عمل پیرا ہونا' اسرائیل کو تسلیم کرنے کے لئے یہودیوں کو بہترین انسان اور اور بہترین انسانی صفات کے حامل ہونے کی پروپیگنڈہ و تشہیر کرنا (گویا یہودیوں کے بہترین اوصاف کا انکشاف پہلی بار ہوا ہے) افغانستان کے حوالے سے مسلسل ایسی پالیسیوں پر عمل پیرا ہونا' جس سے اس پڑوسی ملک میں پاکستان سے دشمنی کی فضا کا مستقل طور پر پیدا ہونا' مجاہدین کو پکڑ پکڑ کر امریکہ کے حوالے کرنا' عالمی سطح پر بیانات و تقاریر کے ذریعہ اس تاثر کو پختہ کرنے کے لئے کوشاں ہونا کہ پاکستانی حکومت جہادی کلچر' بنیاد پرستی' مغرب دشمنی کی فضا اور اسلامی تہذیب کو فروغ دینے والے جملہ اداروں کے قلع قمع کرنے کے لئے طویل المیعاد ہمہ جہتی پالیسیوں پر عمل پیرا ہے۔ بس ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ موجودہ حکومت کے اسلامی تہذیب کے خاتمہ کے اس وفادارانہ کردار کی وجہ سے اسے تاحیات اقتدار کی سند سے نوازا جائے اور بنیاد پرستی کے خلاف اس کی ہمہ جہتی تحریک میں اسے کروڑوں ڈالر فراہم کئے جائیں اور اندرون ملک انتخاب کے نام پر ہونے والے فراڈ سے صرف نظر کیا جائے۔

یہ ہے وہ منزل مقصود جس پر ہمارے حکمران ساری ریاستی مشنری اور سارے حکومتی اداروں کے ساتھ گامزن ہیں۔ افسوس اس بات کا ہے کہ فوجی اور سول نوکر شاہی اور حکمران جماعت مسلم لیگ میں کوئی طاقتور عنصر ایسا موجود نہیں ہے' جو حکمرانوں کی پاکستان کے بنیادی نظریہ اور اس کی تہذیب کے قلع قمع کی پالیسیوں کے خلاف مزاحمانہ کردار ادا کر سکے۔ مؤثر طبقات کی سطح پر اسلام اور اسلامی تہذیب کے دفاع کے کام سے اتنی بے حسی' بے حمیتی اور غیر جانبدارانہ ایسی چیز ہے' جو حد درجہ تشویشناک بات ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جس نظریہ کی بدولت ملک قائم ہوا۔ جس جداگانہ تہذیب کی بنیاد پر ریاست کا وجود عمل میں آیا اور جس دو قومی نظریے نے مؤثر طبقات کے لاکھوں خاندانوں کے لئے اعلیٰ ملازمتوں اور مال و ملکیت اور دولت کے دہانے کھول دیئے' ان مؤثر طبقات میں ریاست کے اس نظریہ اور اس تہذیب کے لئے سرے سے حمیت موجود ہی نہیں ہے۔ وہ اس نظریے اور اس تہذیب کو مٹانے کی کارروائیوں پر کوئی ملال محسوس نہیں کرتے۔ نہ صرف یہ کہ ملال محسوس نہیں کرتے' بلکہ وہ حکمرانوں کے ان اقدامات کی دامے درمے سخنے تائید بھی کرتے ہیں۔

جس ملک کے سارے مؤثر طبقات کا یہ حشر ہو جائے اور اپنے بنیادی نظریہ سے انحراف کی یہ صورت حال ہو جائے' اس ملک کے مؤثر طبقات کو کوئی قوت' غلامی اور ذلت سے بچا سکے' یہ ممکن نہیں' جس امریکی قوت کے بل بوتے پر اسلامی نظریہ اور تہذیب کے خلاف یہ کردار ادا کیا جا رہا ہے۔ وہ امریکہ خود مکافات عمل سے دوچار ہے۔ فوجیوں کی بھرتیوں کے لئے غیر معمولی مراعات اور زبردست پروپیگنڈہ کے باوجود 2005ء میں پورے امریکہ سے صرف دو سو نوجوان بھرتی ہوئے۔ عراق میں امریکی فوج پر روزانہ کئی درجن حملے ہوتے ہیں' جس سے اسی فیصد امریکی فوج نفسیاتی امراض کا شکار ہو گئی ہے۔

ایسی زوال پذیر امریکی قوم کی کاسہ لیسی اور خوشنودی کی خاطر اسلام جیسی پاکیزہ تہذیب سے دستبرداری اختیار کرنا اور اسلام جیسے خدائی نظریہ سے بغاوت کی روش پر گامزن ہونا اور قوم کی کئی نسلوں کو مادہ پرستی پر مبنی نصاب نظام کے ذریعہ اسلام سے انحراف کی راہ پر گامزن کرنا' یہ سارے اقدامات ایسے ہیں جو خدا کے قانون مکافات کے تحت عبرتناک سزا کا موجب بن سکتے ہیں۔

اس تحریر کے ذریعہ میں ملک کے مقتدر طبقات سے دردمندانہ اپیل کرتا ہوں' بلکہ انہیں متنبہ کرتا ہوں کہ وہ پاکستانی اتاترک کی سیکولرزم اور اسلامی تہذیب کے مٹانے کی پالیسی کے خلاف ہر سطح پر مؤثر کردار ادا کرنے کے لئے کوشاں ہوں۔ مسلمان کی حیثیت سے یہ ان کا ایسا فریضہ ہے' جس سے وہ کسی طرح سبکدوش نہیں ہو سکتے۔ اگر وہ سرے سے اسلام ہی سے دستبرداری اختیار کر چکے ہیں تو یہ دوسری بات ہے۔ ایسی صورت میں پھر قدرت کی طرف سے اس کے نتائج بھگتنے کے لئے تیار رہنا چاہئے۔

امریکہ جیسی زوال پذیر قوم کی کاسہ لیسی اور خوشنودی کی خاطر اسلام جیسی پاکیزہ تہذیب سے دستبرداری' اسلامی نظریہ سے بغاوت اور اپنی نسلوں کو مادہ پرستی پر مبنی نصاب پڑھانے کے اقدامات اللہ کے قانون مکافات کے تحت عبرتناک سزا کا موجب بن سکتے ہیں

قرآن حکیم اور عصر حاضر

محمد فاروق

حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد ﷺ کی نبوت و رسالت تک جتنے بھی معجزے دنیا میں انبیاء کو دیئے گئے اُن میں ابدی اور عظیم ترین معجزہ قرآن مجید ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کفار کو چیلنج کیا کہ اگر تم میں سے کسی کو قرآن کے کلام اللہ ہونے میں کوئی شبہ ہے تو قرآن جیسی کوئی ایک سورۃ ہی بنا لائے۔ اس چیلنج کا نہ تو کفار مکہ جواب دے سکے اور نہ ہی قیامت تک کوئی جواب دے سکے گا۔ قرآن حکیم کی اس عظمت کے باوجود اگر ہم قرآن کی طرف متوجہ نہیں ہوتے تو ہم اپنی جانوں پر بہت بڑا ظلم کر رہے ہیں۔ پاکستان کو وجود میں آئے 60 سال ہو چکے ہیں۔ اس کے باوجود جس مقصد کے لیے یہ ملک لیا گیا تھا وہ آج تک پورا نہیں ہو سکا۔ اس کی وجہ بھی صرف اور صرف قرآن مجید سے دوری ہے۔

آج ضرورت اس بات کی ہے کہ قرآن حکیم کا شعور حاصل کیا جائے۔ قرآنی فہم وشعور کا نتیجہ یہ ہوگا کہ

1۔ انسان قرآن کو کلی طور پر قبول کرے گا یعنی قرآن کے ہر حکم پر عمل کرے گا۔

2۔ اُسے اپنی زندگی کے مقصد کا علم ہو جائے گا چنانچہ وہ اپنی زندگی کو خدا کی امانت سمجھتے ہوئے اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے وقف کر دے گا اور دین کی تعلیمات کے مطابق اپنی زندگی گزارے گا۔

3۔ قرآن کی حقیقت کو کسی حد تک جاننے کے بعد وہ اسے اپنے تک محدود نہیں رکھے گا بلکہ دوسروں کو بھی قرآن حکیم کی طرف راغب کرنے کی ہر ممکن کوشش کرے گا۔

4۔ دنیا کی محبت اور فتنے سے بچنے کی کوشش کرے گا اور رسول اللہ ﷺ کی حدیث کے مطابق وہ اپنے لیے دنیا کو قید خانہ تصور کرے گا۔

اگر کسی انسان میں یہ تبدیلیاں رونما نہ ہوں تو اُسے یہ سمجھنا چاہیے کہ ابھی قرآن کی حقیقت اُس پر منکشف نہیں ہوئی۔

قرآن جس ہستی یعنی محمد ﷺ پر نازل ہوا اُن سے محبت کرنے کا بھی یہی طریقہ ہمیں سکھاتا ہے بلکہ قرآن پر عمل ہی نبی ﷺ سے محبت کرنے کا سب سے بڑا ثبوت ہے۔ روئے زمین پر انسانوں کی ہدایت کا ذریعہ قرآن حکیم ہے۔ اگر کوئی انسان حصول علم کے لیے قرآن پر دوسرے ذرائع کو ترجیح دے تو شاید وہ انسان کبھی بھی ہدایت نہ پا سکے گا۔ جس طرح قانونی طور پر مسلمان ہونے کے لیے سب سے پہلی شرط توحید کا ماننا ہے۔ اگر کوئی شخص توحید کو نہ مانے اور رمضان کے روزے رکھنے شروع کر دے تو جس طرح اس شخص کے روزے رکھنے سے وہ مسلمان نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح قرآن کو چھوڑ کر فلسفیانہ افکار سے ہدایت حاصل کر لینا ناممکن ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو زمین پر اپنا خلیفہ بنا کر بھیجا ہے۔ خلیفہ ہونے کے ناطے ہر انسان پر بہت سی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ وہ ذمہ داریاں کیا ہیں اور انہیں کیسے پورا کیا جائے۔ ان کا علم اور طریقہ کار قرآن ہی ہمیں سکھاتا ہے۔ اگر ہم اُن ذمہ داریوں کو پورا نہیں کر رہے تو گویا ہم حیوانی سطح پر زندگی گزار رہے ہیں۔ یہ تو کوئی زندگی نہیں کہ آدمی اپنی ذات پر اللہ کا نظام نافذ کرے نہ اپنے خاندان پر اور نہ ہی معاشرے اور دنیا پر۔ حالانکہ خلیفہ ہونے کے ناطے انسان کی سب سے بڑی ذمہ داری اللہ کے عطا کردہ نظام زندگی کی پیروی ہے۔

قرآن حکیم کو سمجھنا ہر مسلمان کے لیے اتنا ہی ضروری ہے جتنا کہ زندگی کے لیے سانس لینا ضروری ہے' کیونکہ قرآن ہی اس راستہ کی رہنمائی کرتا ہے جو بالکل سیدھا اور کامیابی کی منزل سے ہمکنار کرنے والا ہے

قرآن اس ذات کی نازل کی ہوئی کتاب ہے جو لامحدود ہے' اس لیے اس کتاب کی گہرائی اور تاثیر بھی لامحدود ہے۔ کسی عالم کی وعظ ونصیحت بھی اس طرح سے اثرانداز نہیں ہو سکتی جس طرح سے یہ کتاب لوگوں کے دلوں پر اثر کرتی ہے۔ اس لیے یہ نہایت ضروری ہے کہ ہم اپنی اصلاح اور دوسرے لوگوں کی اصلاح کے لیے قرآن وسنت ذریعہ بنائیں۔

قرآن کو سمجھنا ہر مسلمان کے لیے اتنا ضروری ہے جتنا کہ زندگی کے لیے سانس لینا ضروری ہے۔ کیونکہ قرآن ہی ہمیں وہ راستہ بتاتا ہے جو جنت کی طرف جاتا ہے۔ یہ بات یقینی ہے کہ اگر ہم نے قرآن کو اپنی زندگیوں میں شامل نہ کیا تو اللہ کے عذاب سے مسلمانوں کو دنیا کی کوئی طاقت نہیں بچا سکے گی۔ اگر ہم پچھلی قوموں اور سابقہ امت مسلمہ یعنی یہودیوں کی تاریخ کا مطالعہ کریں تو یہی بات سامنے آتی ہے۔ پچھلی قوموں پر عذاب اسی وجہ سے نازل ہوا کہ انہوں نے اپنی الہامی کتابوں کو نہ صرف پس پشت ڈالا بلکہ ان میں تحریف کر کے خدائی احکامات کو بدل ڈالا۔ آج ہم مسلمانوں کا رویہ بھی قرآن کے ساتھ ایسا ہی ہے۔ ہم نے اسے پس پشت ڈال کر اس سے ہدایات حاصل کرنا چھوڑ دیا۔ ان حالات میں ہمیں اللہ کے عذاب سے ڈرنا چاہیے۔

ماضی میں بھی دین سے دوری اور قرآن سے مہجوری کے سبب ہم پر عذاب آتے رہے ہیں۔ اس کی سب سے بڑی مثال تاتاریوں کے ہاتھوں مسلمانوں کی تباہی ہے۔ 1258ء میں عراق میں تاتاریوں کے ہاتھوں کروڑوں مسلمانوں کو جانوروں کی طرح قتل کیا گیا۔ اور پھر خدا نے انہی تاتاریوں کو ہدایت دی اور وہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ اس طرح سے اللہ تعالیٰ کا وہ وعدہ پورا ہو گیا جو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں وعید دی ہے کہ اگر تم ہماری دی ہوئی آیات کو نظرانداز کر دو گے تو ہم تمہاری جگہ کوئی اور قوم کو لے آئیں گے۔ آج عالم اسلام بھی تباہی کے اُسی دہانے پر کھڑا ہے۔ اگر اب بھی ہم نے قرآن کی طرف رغبت نہ کی تو ہماری تباہی پچھلی قوموں سے کئی گنا زیادہ ہوگی۔

آج مسلمانوں میں بڑھتی ہوئی فرقہ واریت کو بھی صرف اور صرف یہی کتاب ختم کر سکتی ہے۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرقہ بازی سے بچنے کی بار بار تاکید کی ہے۔ ایک مقام پر فرمایا کہ "تم سب مل کر اللہ کی رسی یعنی قرآن کو مضبوطی سے تھام لو اور تفرقے میں نہ پڑو"۔ اگر ہم مسلمان قرآن پر عمل کریں تو یہ فرقہ بازی خود بخود ختم ہو جائے گی۔ جو مسلمان قرآن پر عمل کرنے والا ہے وہ اپنے آپ کو کسی فرقے کا پیرو ہونے کی بجائے مسلمان کہلوانا ہی پسند کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن وحدیث اور سنت رسول ﷺ پر عمل کرنے والوں کا نام مسلمان رکھا ہے۔ کیا اس سے بہتر نام بھی کوئی ہو سکتا ہے۔

بڑے افسوس کی بات ہے کہ دنیا کا عظیم ترین معجزہ

(باقی صفحہ 17 پر)

شیخ عمر تلمسانیؒ کی جدوجہد

سید قاسم محمود

جیل میں آپ کے ساتھ بدترین قسم کا غیر انسانی سلوک کیا گیا۔ آپ نے اس سزا کے بارے میں لکھا ہے:

''مجھے جیل کی کوٹھڑی نمبر 24 میں بند کیا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد جیل کا نائی میرے بال کاٹنے کے لئے آیا۔ میں نے اپنا سر اس کے سامنے جھکا دیا کہ وہ اپنا کام کرے' مگر اس اللہ کے بندے نے میری گدی پر ایک دھول جمائی اور کہا' کتے کے بچے! زمین پر بیٹھ جا۔ جب وہ میرا سر استرے سے مونڈ چکا تو میں نے دیکھا کہ جیل کے افسر ایک لمبا موٹا اور نہایت غلیظ رسہ لے کر میری کوٹھڑی میں آ گئے اور مجھے کھڑے ہونے کا حکم دیا۔ میری رانوں کے بیچ سے لے کر سینے تک وہ رسہ میرے جسم کے گرد لپیٹا گیا اور مضبوط گرہیں لگا دی گئیں۔ پھر مجھے ایک کرسی پر کھڑا کیا گیا اور رسے کا ایک سرا چھت کے ساتھ کھونٹی سے باندھ کر کرسی میرے نیچے سے کھسکا دی گئی۔ میں چھت اور زمین کے درمیان رسے سے بندھا ہوا معلق رہ گیا۔ مجھ پر نہایت غلیظ گالیوں اور سخت کوڑوں کی بوچھاڑ ہونے لگی۔ درد سے میرا برا حال تھا' لیکن میں نے اُف تک نہ کی' کیونکہ ان درندوں کو میری چیخ و پکار سے لطف آتا تھا۔ اور میں یہ نہیں چاہتا تھا کہ وہ مجھ پر ہنسیں۔ جب میرا جسم سن ہو گیا تو انہوں نے ایک مخصوص جگہ پر کوڑے مارنے شروع کر دیئے۔ میں نے ان سے مطالبہ کیا کہ وہ ایک جگہ کوڑے برسانے کی بجائے جسم کے مختلف حصوں پر کوڑے برسائیں' مگر انہوں نے انکار کر دیا''۔

سترہ برس کی طویل نظر بندی

سترہ برس کی طویل نظر بندی کے بعد شیخ عمر تلمسانی 1971ء میں رہا ہوئے تو دوبارہ سرگرم عمل ہو گئے۔ اگرچہ الاخوان المسلمون پر پابندی بدستور برقرار رہی۔ اس کے باوجود اخوان مرشد عام حسن الہضیبی کی وفات کے بعد آپ کو اتفاق رائے سے کونسل کے ارکان نے مرشد عام منتخب کیا۔ اس وقت اخوان اپنی تاریخ کے نازک ترین دور سے گزر رہے تھے۔ اگرچہ 1972ء میں انور السادات نے ایک خاص مقصد اور پالیسی کے تحت اخوان کی سزائیں معاف کر دی تھیں اور وہ جیلوں سے رہا ہو کر آنے لگے تھے' لیکن مسلسل نظر بندی' تشدد اور غیر انسانی سلوک نے نہ صرف یہ کہ کارکنوں کی شخصیتوں کو تباہ کر دیا تھا' بلکہ اُن کے گھریلو اور خاندانی نظام کو بھی درہم برہم کر دیا تھا۔ ان حالات میں نئے مرشد عام پر بھاری ذمہ داریاں عائد ہوتی تھیں۔ ایک طرف کارکنوں کی حوصلہ افزائی کر کے انہیں ایک مرکز پر اکٹھا کرنا اور دوسری طرف حکومت پر دباؤ ڈالنا کہ الاخوان المسلمون پر جمال عبدالناصر کے زمانے میں لگائی گئی غیر قانونی پابندی کو واپس لیا جائے اور الاخوان المسلمون کو باضابطہ کام کرنے کی اجازت دی جائے۔ شیخ عمر نے نہایت ٹھنڈے دل و دماغ اور غیر جذباتی انداز میں الاخوان المسلمون کی پالیسیاں مرتب کیں اور مستقبل کے لئے اس انداز سے منصوبہ بندی کی کہ الاخوان المسلمون کا تربیتی نظام متاثر نہ ہو۔ اس سلسلے میں آپ نے اس حد تک احتیاط برتی کہ اخوان مخالف قوتیں نوجوان اخوانیوں کو یہ طعنہ دینے لگیں کہ اخوان نے جہاد کا راستہ چھوڑ کر حکمرانوں سے سمجھوتہ کر لیا ہے۔ مقصد صرف یہ تھا کہ اخوانی نوجوان جذبات میں آ کر اپنی ہی قیادت کے خلاف بغاوت کر دیں یا پھر ایسی پالیسی عمل شروع کر دیں' جس سے تصادم ناگزیر ہو جائے۔ مرشد عام شیخ عمر اگرچہ انور السادات کی پالیسیوں کو نفرت اور حقارت کی نگاہ سے دیکھتے تھے' لیکن جذبات میں آ کر یا مخالفین کے طعنے سن کر کوئی ایسا فیصلہ نہیں کرنا چاہتے تھے' جس سے حکومت کو دوبارہ اخوان پر ہاتھ ڈالنے کا موقع ملے۔ چنانچہ سادات کے پورے زمانہ اقتدار میں آپ اُس کی پالیسیوں پر سخت تنقید کرتے رہے' لیکن اخلاق اور قانونی حدود کے اندر رہ کر۔ سادات نے اپنے گیارہ سالہ دورِ حکومت میں پہلے دو سال تو جمال عبدالناصر کی مذمت اور اس کی پالیسیوں پر تنقید میں ضائع کئے۔ اس ضمن میں انور السادات کا اندازہ تھا کہ اسے اخوان سے اخلاقی مدد ملے گی' لیکن اخوان سادات کی ان چالوں کو خوب سمجھتے تھے۔ چنانچہ سادات نے جس مقصد کی خاطر اخوانیوں کو جیلوں سے رہا کرنا شروع کر دیا' وہ مقصد پورا نہ ہو سکا۔

اخوان بلاشبہ جمال عبدالناصر کے ڈسے ہوئے تھے' لیکن وہ انور السادات کی مدد کیوں کرتے۔ آخر وہ ساتھی کس کا تھا۔ ناصر ازم کی مذمت سے فارغ ہو کر انور السادات مصر کا قومی ہیرو بننے کے شوق میں اسرائیل سے اُلجھ بیٹھا۔ جنگ میں مصر کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ اس شکست نے عوام اور حکومت دونوں کے لئے بے شمار نئے مسائل پیدا کر دیئے۔ ان مسائل میں ''قاہرہ یروشلم تعلقات'' کا مسئلہ سب سے زیادہ شدت سے اٹھا۔ سادات نے امریکا کے توسط سے اسرائیل کے ساتھ دوستی اور محبت کے رشتے استوار کرنے شروع کئے۔ چار سال کے طویل مذاکرات کے بعد آخر کار مصر اور اسرائیل امریکا کی وساطت سے 'کیمپ ڈیوڈ' (1979ء) سمجھوتے پر متفق ہو گئے۔ انور السادات مشرق وسطیٰ کا پہلا مسلمان حکمران تھا' جس نے نہ صرف یہ کہ اسرائیل کا سرکاری دورہ کیا' بلکہ اسرائیل کے ساتھ سیاسی' ثقافتی اور تجارتی تعلقات بھی استوار کئے۔

مرشد عام شیخ عمر تلمسانی اور مصر اسرائیل تعلقات

اور کیمپ ڈیوڈ سمجھوتے کے بارے میں عوامی اجتماعات اور ''الدعوۃ'' کے شذرات کے ذریعے انور السادات پر سخت تنقید کی۔ اسرائیل کے ساتھ تعلقات کے سلسلے میں بھی پورے ملک میں انور السادات پر لعن طعن ہو رہی تھی کہ قبطیوں کے مسئلے پر قاہرہ اور دوسرے بڑے شہروں میں فسادات شروع ہو گئے۔ اخوان اس مسئلے میں بھلا کیسے لاتعلق رہ سکتے تھے۔ قبطی مسئلے کو سلجھانے کے لئے دیگر مذہبی اور سیاسی جماعتوں کے ساتھ آپ نے بھی حصہ لیا۔ انور السادات نے' جو پہلے ہی کیمپ ڈیوڈ معاہدے پر عمر تلمسانی کی شدید تنقید سے زچ تھا' ایک پبلک جلسے میں آپ کی موجودگی میں' مسلمانوں اور قبطیوں میں تعلقات خراب کرنے کی ذمہ داری آپ پر ڈالی۔ اگرچہ شیخ نے اس الزام کی تردید اُسی وقت سادات کی موجودگی میں کر دی تھی اور خود انور السادات نے بھی آپ سے معافی مانگ لی تھی' لیکن اس کا ذہن اس بارے میں صاف نہیں تھا۔ چنانچہ بہت جلد ہی پندرہ سو دیگر افراد کے ہمراہ آپ کو بھی گرفتار کر لیا گیا۔ ان گرفتار ہونے والوں میں اکثریت اخوانیوں کی تھی۔

نومبر 1981ء میں ایک سو پندرہ دن کی نظر بندی کے بعد حسنی مبارک کے دور میں آپ رہا ہوئے۔ آپ پر نہ تو مقدمہ چلایا گیا اور نہ کوئی الزام ہی ثابت کیا جا سکا۔ ڈاکٹر کمال شانیری (سید قطب شہید کے بہنوئی) جیل میں تشدد کی تاب نہ لا کر چل بسے۔ عمر تلمسانی ابھی نظر بندی ہی تھے کہ

اکتوبر 1981ء میں انور السادات کو سٹین گن کے برسٹ مار کر ہلاک کر دیا گیا۔ انور السادات کے دورِ حکومت آپ اسی کوشش میں لگے رہے کہ کسی طرح اخوان کو دوبارہ کام کرنے کی اجازت مل جائے اور سادات جو اخوان کی طاقت اور اثر و رسوخ سے بخوبی آگاہ تھا' عجلت میں یا جذبات میں آ کر کوئی فیصلہ نہیں کرنا چاہتا تھا جس پر اسے بعد میں پچھتانا پڑے۔ یہی رکاوٹ صدر حسنی مبارک کے راستے میں ہے۔ آمرِ مطلق اس معاملے میں خاصے بزدل اور وہمی ہوتے ہیں۔ بنگلہ دیش میں پروفیسر غلام اعظم کی شہریت کا مسئلہ بھی اسی لیے ایک طویل عرصے سے معلق چلا آ رہا تھا کہ اگر انہیں شہریت دے دی گئی تو کہیں پھر حکومت کا تختہ ہی نہ الٹ دیں۔ شیخ عمر تلمسانی حکمرانوں کی اس سوچ اور فکر سے مایوس نہیں تھے۔ آپ کا ردِعمل جاننے کے لئے اخبار نویس اکثر یہ سوال کرتے تھے کہ اگر اخوان پر پابندی نہ اٹھائی گئی اور انہیں جائز طریقے سے کام کرنے کی اجازت نہ دی گئی تو اخوان کا لائحہ عمل کیا ہوگا۔ 1981ء میں اخبار ''الشرق الاوسط'' کو انٹرویو دیتے ہوئے شیخ عمر نے اخوان کی پالیسی کی یوں وضاحت کی:

> ''اخوان کا راستہ تربیت کا راستہ ہے۔ یہ وہ راستہ ہے جس پر کوئی قدغن نہیں لگا سکتا۔ اگر ہمیں اپنے اوپر ضبط ہو اور ہم پورے اعتماد کے ساتھ راستے پر چلنا چاہیں تو کوئی طاقت ہمیں اپنے راستے پر چلنے سے نہیں روک سکتی اور اس کے نتائج ظاہر ہو کر رہیں گے۔ آپ تصور کریں کہ اگر ہر کنبے کا سربراہ اپنے کنبے کی تربیت اسلامی تعلیمات کے مطابق کرے' اس کا دائرہ وسیع ہوتا چلا جائے اور اسلام کے معیارِ مطلوب کے مطابق ہم افراد تیار کرتے جائیں' تو سوچئے' اقتدار کس کے قبضے میں ہوگا؟ ان ہی تربیت یافتہ افراد میں سے علماء' جج' فوجی افسر' وزراء' سربراہانِ مملکت مقرر ہوں گے اور ان شاءاللہ انقلاب آ کر رہے گا' جس کیلئے ہم کام کر رہے ہیں''۔

چنانچہ انور السادات کے دور میں آپ خاندانی تربیتی نظام کے مقاصد کو سامنے رکھ کر الاخوان المسلمون کو منظم کرتے رہے اور اس کے مثبت نتائج بھی ظاہر ہونا شروع ہو گئے تھے۔ صدر انور السادات کے قتل کے بعد آپ نے ''کسی اور نام سے'' اخوانیوں کو ایک مرکز پر جمع کر کے قانونی طور پر کام کرنے کے لئے کونسل کے ارکان سے صلاح مشورے کئے۔ لیکن مسلسل بیماری اور بیرونی ممالک کے دوروں کے سبب یہ کام التوا کا شکار ہوتا گیا۔ اس سلسلے میں آپ نے اپنی وفات سے چند روز پہلے صدر حسنی مبارک کو ایک نصیحت آمیز خط بھی تحریر کیا' جس میں آپ نے الاخوان المسلمون کے ساتھ ہونے والی زیادتیوں' غیر منصفانہ اور ظالمانہ سلوک پر احتجاج اور اسے مصر کے آئین اور انسانی بنیادی حقوق کی سنگین خلاف ورزی قرار دیا۔

شیخ کا تیرہ سالہ دورِ امارت

آپ نے اپنے تیرہ سالہ دورِ امارت میں پہلا کام یہ کیا کہ اخوان کی پالیسی مرتب کرتے وقت ذاتی دشمنی' گروہی تعصبات اور سیاسی مخاصمت کو جگہ نہیں دی' بلکہ ہمیشہ دینی' ملکی اور قومی مفادات کو مقدم رکھا۔ ''الدعوۃ'' میں ملکی سیاسی صورت حال پر آپ کے تبصرے' انٹرویوز اور مضامین شائع ہوتے رہتے تھے۔ آپ نے کبھی بھی کسی مخالف لیڈر کا نام لے کر یا اشارۃً ایسے الفاظ تحریر نہیں کئے' جن سے اس جماعت کے کارکنوں میں اشتعال پھیلے یا ان کی حوصلہ شکنی ہو' حتیٰ کہ سادات کے دور میں قاہرہ یروشلم تعلقات کے حوالے سے کیمپ ڈیوڈ میں ملک کی عزت و ناموس کا سودا کیا گیا۔ آپ نے ایک مضمون میں کیمپ ڈیوڈ کے مشرق وسطیٰ اور مصری سیاست پر اس کے منحوس اثرات کا نہایت تفصیل سے جائزہ لیا' لیکن انور السادات کی ذات کے متعلق یا اُس کے سابقہ ماضی کے متعلق کوئی ایسی بات نہیں کہی' جس سے یہ اندازہ لگایا جا سکے کہ عمر تلمسانی ذاتی دشمنی یا ناراضگی کے سبب صدر مملکت پر اعتراض کرتے ہیں۔

آپ کی شخصیت کا ایک اور قابل ذکر پہلو یہ تھا کہ آپ نے اخوانی طلبہ کو ایک نئے پلیٹ فارم ''الجماعۃ

شیخ عمر تلمسانیؒ نے اپنی وفات سے چند روز پہلے صدر حسنی مبارک کو ایک نصیحت آمیز خط لکھا جس میں اخوان کے ساتھ غیر منصفانہ سلوک پر احتجاج کیا' اور اسے مصر کے آئین اور بنیادی انسانی حقوق کی سنگین خلاف ورزی قرار دیا

الاسلامیہ'' پر اکٹھا کیا۔ چنانچہ اخوانی طلبہ اس تنظیم کے قیام کے بعد پہلے سے زیادہ متحرک ہو کر کام کرنے لگے۔ ''الجماعۃ الاسلامیہ'' نے نہایت قلیل عرصے میں قاہرہ' الازہر' عین الشمس اور اسیوط یونیورسٹیوں میں طلبہ انجمنوں پر قبضہ کر لیا۔ پورے مصر میں اخوانی طلبہ آج ایک بہت بڑی قوت بن کر سامنے آ چکے ہیں۔ طلبہ کے حقوق کے بارے میں ان کو اعتماد میں لئے بغیر حکومت کو کوئی فیصلہ کرنا مشکل ہے۔ سادات کے قتل کے بعد مصری یونیورسٹیوں میں بے پردگی اور مخلوط تعلیم کے خلاف لہر اٹھی تھی' اس کے روحِ رواں اسی ''الجماعۃ الاسلامیہ'' کے کارکن تھے۔

آپ کی شخصیت کا ایک اور اہم پہلو نفاذِ شریعت کے لئے آپ کی کوششیں ہیں۔ آپ نے نفاذِ شریعت کے لئے مختلف سیاسی جماعتوں کے درمیان رابطہ اور اتحاد کا سلسلہ شروع کیا تھا۔ اس رابطے کی ابتدا 1981ء کی نظر بندی کے دوران ہو گئی تھی۔ جیل سے باہر آ کر آپ نے اس کام کو جاری رکھا۔ لیکن جلد ہی انتخابات کا اعلان سامنے آ گیا۔ اخوان قانونی طور پر انتخابات میں حصہ نہیں لے سکتے تھے' لیکن گزشتہ نصف صدی سے اخوان دعوت و تبلیغ کا جو کام کر رہے تھے' اس کا تقاضا یہ تھا کہ وہ انتخابات میں ضرور حصہ لیں۔ چنانچہ آپ ہی کے تدبر سے ماضی کی حریف جماعت ''وفد'' سے اخوان کا انتخابی معاہدہ قرار پایا۔ معاہدے کے مطابق اخوان نے وفد کے ٹکٹ پر انتخابات میں حصہ لیں گے اور وفد پارلیمنٹ کے اندر نفاذِ شریعت کی کوششوں میں اخوان کا ساتھ دیں گے۔ اخوان اس کے بدلے پورے ملک میں اپنے حمایتیوں سے وفد کے امیدواروں کو ووٹ لے کر دیں گے۔ اخوان کے اس فیصلے پر مخالفین نے شدید اعتراضات کئے' یاد رہے کہ اسی زمانے میں صدر حسنی مبارک نے اخوان کو یہ پیشکش کی کہ اخوان اور سرکاری پارٹی ایک جماعت میں ضم ہو جاتے ہیں' تاکہ اخوان انتخابات میں حصہ لے سکیں۔ شیخ عمر نے یہ پیشکش ٹھکرا دی۔ اخوان نے وفد کے ساتھ مل کر انتخابات میں حصہ لیا۔ وفد نے کل 57 نشستیں حاصل کیں' جن سے 25 فی صد اخوان کامیاب رہے۔

آپ کی شخصیت کا ایک اور نمایاں پہلو یہ تھا کہ آپ نے پورے ملک میں زکوٰۃ کمیٹیوں کی تشکیل کی۔ آپ ایک عرصے سے یہ محسوس کر رہے تھے کہ اسلامی قوانین کے نفاذ میں حکومت کی عدم دلچسپی کے سبب عوام زکوٰۃ جیسے اہم دینی فریضے سے غفلت کا شکار ہو رہے ہیں۔ چنانچہ آپ نے دیگر دینی جماعتوں کے تعاون سے محلہ وار حلقے بنا کر زکوٰۃ کی وصولی اور تقسیم کار کا کام شروع کیا۔ یہ سلسلہ نہایت کامیابی کے ساتھ اب تک چل رہا ہے۔ زکوٰۃ کمیٹیوں اور حلقوں کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ اخوان کا پیغام گھر گھر پہنچ رہا ہے۔

اپریل 1987ء میں شیخ عمر تلمسانی کے انتقال سے یقیناً اخوانی نوجوانوں کے سروں سے شفقت کا ہاتھ اٹھ گیا' وہ اس پیرانہ سالی میں بھی نوجوانوں کی حوصلہ افزائی کرتے تھے اور انہیں حسن البنا شہید' حسن الہضیبی اور سید قطب شہید کے کارنامے سنا سنا کر گرم رکھا کرتے تھے۔ عمر تلمسانی کا انتقال اخوان کے مرشد و مربی اور ''الدعوۃ'' کے ایڈیٹر کا انتقال نہیں' بلکہ یہ بیسویں صدی کے عظیم انسان کا انتقال تھا' جس نے انتہائی کٹھن حالات میں صبر و استقامت سے اقامتِ دین کا اہم فریضہ انجام دیا' جس کی حق گوئی' بے باکی' جرأت اور خلوص کا سبھی اعتراف کرتے تھے۔

آئندہ شمارے میں اخوان کے ایک اور اہم رہنما عبدالقادر عودہ شہید کے حالات پیش ہوں گے۔ (جاری ہے)

یادوں کی تسبیح

مری صُراحی سے قطرہ قطرہ نئے حوادث ٹپک رہے ہیں   میں اپنی تسبیح روز و شب کا شمار کرتا ہوں دانہ دانہ

قاضی عبدالقادر

جماعت اسلامی کو بظاہر شدید ناکامی ہوئی لیکن فائدہ یہ ہوا کہ صوبہ کے طول و عرض میں دعوتی کام کرنے کا ایک وسیع میدان مل گیا۔ شہر شہر' قصبہ قصبہ' قریہ قریہ جماعت کی دعوت پہنچی۔ اس کے علاوہ کارکنوں کی بڑی تربیت ہوئی۔ اپنے نمائندے کامیاب کرانے کے لیے ایک رپورٹ بھی ایسی نہیں ملی کہ کوئی ناجائز طریقہ یا ہتھکنڈہ استعمال کیا گیا ہو۔

جماعت اسلامی کے کارکنوں میں ان انتخابات کے بعد طبعی طور پر کچھ مایوسی اور بددلی کے اثرات ضرور تھے۔ خود نعیم صدیقی صاحب جیسا شخص اس سے محفوظ نہ رہ سکا۔ انہوں نے انتخابات کے فوراً بعد ایک ''مایوسی سے بھرپور دردناک'' نظم لکھی تھی جو ہفت روزہ ''جہانِ نو'' کے ٹائٹل پر ''ہم نے چاہا تھا مگر'' کے زیرِ عنوان شائع ہوئی۔ افسوس اس نظم کا کوئی بند بلکہ کوئی شعر تک مجھے یاد نہیں' مگر اس کے شروع میں حضرت مسیحؑ کا ایک قول نقل کیا گیا تھا جو کچھ اس طرح تھا:

> اے یروشلم! اے یروشلم! تو جو نبیوں کو قتل کرتا اور جو تیری طرف بھیجے گئے انہیں سنگسار کرتا ہے' کتنی بار میں نے چاہا کہ تیرے مکینوں کو اس طرح چھپا لوں جس طرح مرغی اپنے بچوں کو پروں تلے چھپا لیتی ہے۔ مگر تو نے نہ چاہا......
> دیکھو! تمہارا گھر تمہارے لیے ویران کیا جاتا ہے......!!

حضرت مسیح علیہ السلام کے اس قول کے ابتداء میں نقل کرنے سے آپ اندازہ لگا لیں کہ وہ نظم کیسی مایوسی سے بھری ہوئی ہوگی اور نعیم صدیقی جیسا شخص بھی کتنے ذہنی دباؤ کا شکار رہو گا۔

انتخابات سے قبل روزنامہ ''تسنیم'' کا انتخابات نمبر شائع ہوا تھا جس کے سرورق پر بھی نعیم صدیقی صاحب کی ایک نظم ''نیا انتخاب آ رہا ہے رفیقو!'' کے زیرِ عنوان شائع ہوئی تھی۔ نظم کا پہلا مصرعہ تھا کہ ع

نیا انتخاب آ رہا ہے رفیقو' قدامت کی دیوار پوری گرادو

اس نظم کے دو اشعار مجھے اب تک یاد ہیں۔

یہ بت ہیں تو بت ہی' خدا تو نہیں ہیں' ذرا ان سے کیوں خود ہی ان کو گھڑا تھا
انہیں توڑ دو' پھوڑ دو' چور کر دو' بڑھو ان کو استھان پر سے گرا دو
یہ مالی' یہ گلچیں' یہ صیاد کیا ہیں' تمہاری یہ اپنی ہی کٹھ پتلیاں ہیں
انہیں ہر طرف کر کے نظر چمن نے پرانے چمن میں نئے گل کھلا دو

شاعرِ تحریک کا انتخابات سے قبل یہ جوش اور ولولہ جبکہ انتخابات کے بعد ایسا مایوسی کا غلبہ ......!! ہائے!! ع میں کیسے اعتبارِ انقلاب آسماں کرلوں!

نوابزادہ لیاقت علی خان پاکستان کے پہلے وزیراعظم تھے۔ مشکل حالات تھے' جن میں پاکستان کو سنبھالنے کی کوشش کی۔ میرے خیال میں لیاقت علی خان کی جگہ اگر حسین شہید سہروردی (جنہیں غیر منقسم بنگال کی وزارتِ اعلیٰ کا بڑا کامیاب تجربہ تھا) پاکستان کے وزیراعظم مقرر کیے جاتے تو شاید نقشہ کچھ اور ہی ہوتا۔ مشرقی پاکستان جسے ہمیشہ مغربی پاکستان خصوصاً پنجاب کے غلبہ کا شکوہ رہا' کی بھرپور نمائندگی ہو جاتی اور کبھی علیحدگی کی تحریک پیدا نہ ہوتی۔ مگر ''شاید'' اور ''اگر'' کہنے سے کوئی فائدہ نہیں اور ویسے بھی کلمہ ''لو'' (اگر) کہنے سے منع کیا گیا ہے۔

اُس وقت دو سپر طاقتیں تھیں' امریکہ اور روس جن کے تحت دو نظریاتی کیمپ تھے: سرمایہ داری اور کمیونزم / سوشلزم۔ پاکستان نے اس وقت ابھی پالنے سے پاؤں نکالے ہی تھے کہ دونوں قوتوں نے اسے اپنی طرف کھینچنا شروع کر دیا۔ لیاقت علی خان کو دورہ کے لیے دونوں جگہ سے دعوت نامے آئے۔ شمال کا سرخ ریچھ یعنی سوویت روس وسط ایشیائی مسلمان ریاستوں کو پھلانگتا ہوا' ان کو پوری طرح اپنے شکنجوں میں لیتا ہوا جنوب کی طرف بڑھ رہا تھا۔ جنوب ہی کیا' ہر طرف اس کی یلغار تھی اور ''ڈلس پلان'' کے تحت اس کی یلغار روکنے کے لیے فوجی معاہدے کر کے اس کے چاروں طرف دیوار بنائی جا رہی تھی۔ روس سے جب دعوت نامہ آیا تو اسلامی شاعر آباد شاہ پوری کی یہ نظم ماہنامہ ''یثرب'' لاہور نے ''ماسکو کے دعوت نامہ پر'' کے عنوان سے شائع کی:

بیدار ہے ہوشیار ہے مومن کی فراست
پہچانتی ہے خوب ہے' کیا زہر ہے کیا قند
جو قوم ہو فرمانِ ''ان الحکم'' کی پیرو
طاغوت کو وہ مان لے کس طرح خداوند
اے ملت خوں رنگ! مسلماں کے جگر میں
تازہ ہے ابھی زخم بخارا و سمرقند

بہر کیف تمام حالات کا جائزہ لے کر خان لیاقت علی خان نے ماسکو کا دعوت نامہ تو اپنی میز کی دراز میں ڈالا اور اپنی بیگم کو لے کر امریکہ کے دورہ پر پہنچ گئے۔ وہاں ان کا تاریخی والہانہ استقبال ہوا۔ بیگم لیاقت علی خان نے وہاں اپنا خاص جوبن دکھایا اور ان کی ایک مسکراہٹ کی قیمت ''ون ملین ڈالر'' قرار پائی۔ وزیراعظم پاکستان نے وہاں پر جہاں امریکہ کے گھڑے کی مچھلی بننے کا آغاز کیا وہاں دوسری طرف بہت ہی فراست کا بھی ثبوت دیا۔ پاکستان کو بنے چند ہی سال ہوئے تھے اور وہ رفتہ رفتہ اپنی معاشی مشکلات پر قابو پانے کی سخت جدوجہد میں مصروف تھا۔ اسرائیل کی نام نہاد ریاست بھی کچھ ہی عرصہ قبل قائم ہوئی تھی۔ ہوا یہ کہ نیویارک میں چند بڑے یہودی سرمایہ دار اور ساہوکار لیاقت علی خان سے ملے۔ یہودیوں کے پاس دولت کی تو کوئی کمی نہ تھی۔ انہوں نے پاکستان کو بے تحاشہ دولت سے نوازنے اور اس کی معیشت کو بلندی کی طرف لے جانے نیز کشمیر پر پاکستان کے موقف کی حمایت کرنے کی آفر کی لیکن ایک شرط پر اور وہ یہ کہ پاکستان اسرائیل کو تسلیم کر لے۔ اس پر وزیراعظم پاکستان نے ان سے ایک بڑا تاریخی مومنانہ فقرہ کہا کہ Our Souls are not for Sale یعنی ہماری روحیں قابلِ فروخت نہیں ہیں۔ آہ! یہ تو اب آج کا دور ہے جرنلوں کا دور کہ اب بظاہر یہ نظر آ رہا ہے کہ "Our souls are for sale" تفو بر تو اے گردشِ دوراں تفو!

بیگم لیاقت علی خان نے ملک میں APWA (آل پاکستان ویمن ایسوسی ایشن) کے نام سے ایک انجمن قائم کی جس کا اصل مقصد عورتوں کو گھر کی چہار دیواری سے باہر نکال کر ان میں بے پردگی' بے حیائی اور بے شرمی عام

کرتا تھا اور مغربی تہذیب کے رنگ میں رنگتا تھا۔ اس فتنہ سے ملک میں اسلامی نظام نافذ کرانے کی جدوجہد کرنے والے لوگوں کے کان کھڑے ہوئے اور اس کی سرکوبی کی تدبیریں سوچی جانے لگیں۔ مولانا امین احسن اصلاحی صاحب نے قلم اٹھایا اور ماہنامہ ''ترجمان القرآن'' میں ''ہوا کا رخ'' کے زیرِعنوان سلسلہ مضامین شروع کیا جو بعد میں ''پاکستانی عورت دوراہے پر'' کے نام سے کتابی صورت میں شائع ہوا۔ یہ کتاب ملک بھر میں پھیلائی گئی۔

اپوا کی جانب سے ایک میلہ منعقد ہوا اس میں ایک ہینڈ بل تقسیم ہوا جس کی سرخی تھی۔

ترے ماتھے پہ یہ آنچل بہت ہی خوب ہے لیکن
تو اس آنچل سے اک پرچم بنا لیتی تو اچھا تھا

جماعت اسلامی کا روزنامہ ''تسنیم'' اور ہفت روزہ ''کوثر'' (جس پر پابندی کے بعد اُسے ''ایشیا'' کے نام سے نکالا گیا) ملک نصر اللہ خاں عزیز کے زیرادارت شائع ہوتے تھے۔ ''کوثر'' میں پہلے صفحہ پر نظم بھی شائع ہوتی تھی۔ ''اپوا'' کے میلے کے بعد ایک نظم شائع ہوئی جس میں مندرجہ بالا شعر کا یوں جواب دیا گیا تھا۔

ترے چہرے پہ پف پاؤڈر بہت ہی خوب ہے لیکن
تو اس چہرے کو پردہ میں چھپا لیتی تو اچھا تھا

اس دور میں جہاں کوئی غلط یا بیہودہ بات ہوتی تھی اس کا جواب نہایت شائستگی سے ترکی بہ ترکی دیا جاتا تھا۔ آیئے۔۔۔ اب آتے ہیں پھر جمعیت کی طرف۔

جمعیت کے ارکان کا اجتماع خورشید احمد بھائی کے گھر پر، کارکنان کا راجہ بھائی کے گھر پر اور ہفتہ وار عام اجتماع اردو کالج میں پابندی سے ہو رہا تھا۔ خورشید بھائی کراچی جمعیت کے ناظم تھے۔ ہر رفیق کو لازم تھا کہ وہ ایک ڈائری رکھے اور اس میں روزانہ اپنے دینی، تربیتی، دعوتی اور دیگر معمولات تحریر کرے۔ ہر ہفتہ یہ ڈائریاں خورشید بھائی کو دی جاتی تھیں جو ان کو پڑھ کر اپنے کمنٹس تحریر کرتے تھے جس میں غلطیوں کی اصلاح اور آئندہ کی رہنمائی ملتی تھی۔ جب کالجوں میں نظم قائم ہو گیا تو یہ سلسلہ منقطع ہو گیا۔ اس سے ہمیں بہت فائدہ ہوا اور رہنمائی ملی۔ جمعیت کے کارکنوں اور ارکان میں روز بروز اضافہ ہو رہا تھا۔۔۔۔ اب کارکنوں کے تربیتی اجتماع کی ضرورت کا سوچا جا رہا تھا لیکن مسئلہ یہ تھا کہ یہ ہو کہاں! محمد میاں جمعیت کے رکن تھے، سندھ مسلم آرٹس کالج میں پڑھتے تھے۔ ان کے والد ایک معروف اہلحدیث عالم دین تھے۔ محمد میاں کی مشت بھر لمبی داڑھی تھی۔ پینٹ ٹخنوں سے اوپر پہنتے تھے۔ باڈی بلڈر تھے۔ رستم پاکستان بھولو کا اکھاڑہ پاکستان چوک کے پاس تھا۔ وہاں ''زور آزمائی'' کرتے تھے اور اکھاڑہ کے سیکریٹری تھے۔ مجھے یاد ہے کہ ہمارا پہلا تربیتی اجتماع بھولو کے اکھاڑہ کی چھت پر ہوا۔ یہ اجتماع رات بھر کا تھا۔ اس کے بعد ساحل سمندر پر ایک تفریحی مقام ''سینڈز پٹ'' کے نام سے ہے۔ وہاں پر چند Huts لے کر دو روزہ تربیتی اجتماع ہوا۔ یہ بڑا یادگار تربیتی اجتماع تھا اور اس کے بڑے مفید اثرات مرتب ہوئے۔ سمندر کے کنارے تاروں بھری رات میں، رات کے پچھلے پہر باجماعت تہجد کی نماز ادا کرنا، جس میں خرم بھائی کی قرأت اور سمندر کی موجوں کی آوازیں مل کر ایک نیا آہنگ پیدا کر رہی تھیں جو رفقاء کے روحانی جلا میں ممد ومعاون ہوئیں، کیونکہ اس طرح کا یہ پہلا تربیتی اجتماع تھا۔ اقبال نے کہا ہے۔

جوانوں کو مری آہِ سحر دے
پھر ان شاہین بچوں کو بال و پر دے

فجر کے بعد فزیکل ایکسرسائز یعنی رفقاء کی دوڑ محمد میاں کراتے تھے۔ ''اوئے یاسین! پیچھے کیوں رہ گیا' دوڑ ذرا تیز''۔ محمد میاں کی آواز گونجتی۔ ''نہیں' مجھ سے نہیں دوڑا جاتا''۔ یاسین کہتا۔ ''کیوں؟ دوڑ' چل دوڑ'' محمد میاں ہانک لگاتے۔ لیکن یاسین یہ کہتا ہوا کیمپ کی طرف چل دیتا ''دیکھو محمد میاں! مجھ سے ناشتہ کیے بغیر نہیں دوڑا جاتا۔ تربیتی اجتماع میں درس قرآن' درس حدیث' تقریری مقابلے اور کچھ Light قسم کے تفریحی پروگرام بھی ہوتے۔ محمد میاں اپنی مخصوص آواز میں ترنم میں لہک لہک کر اقبال کی یہ نظم بڑی شان سے سناتے اور دلوں کو گرماتے۔

گیا دورِ سرمایہ داری گیا
تماشہ دکھا کر مداری گیا

اور پھر جب یہاں پہنچتے

مرے راستے میں لٹا دے اسے
لٹا دے' ٹھکانے لگا دے اسے

تو لوگوں کے دل مچلنے لگتے اور آنکھیں آنسوؤں سے تر ہو جاتیں۔

محمد علی سوسائٹی میں عبداللہ جعفر صدیقی صاحب کے بڑے بھائی کا ایک مکان زیرِتعمیر تھا بلکہ تعمیر کا اکثر کام ہو چکا تھا۔ وہاں بھی جمعیت نے دو روزہ تربیت گاہ رکھی۔ اس میں بھی اسی طرح کے پروگرام رکھے گئے جو اوپر درج ہیں' البتہ صبح دوڑنے کا نہیں بلکہ سیر کرنے اور قریبی پہاڑی علاقے کے اوپر چڑھنے کا پروگرام ہوتا تھا۔ اس تربیت گاہ میں نماز تہجد باجماعت مولانا عبدالغفار حسن صاحب نے پڑھائی۔ نیز چند دیگر پروگرام بھی ان کے رکھے گئے۔

بعد میں جمعیت کے تربیتی پروگرام مسجد خضراء میں منعقد ہونے لگے۔ فریئر روڈ (اب شاہراہ لیاقت) پر پاکستان سیکریٹریٹ کے درمیان' آبادی سے ذرا ہٹی ہوئی یہ ایک بڑی مسجد ہے۔ بڑا ہال اور کئی کشادہ دالان اور درمیان میں سرسبز لان اس کی خوبصورتی کو بڑھاتا ہے۔ میرا احساس ہے کہ یہاں ایک خاص روحانی فضا طاری رہتی ہے۔ 1950ء میں اس مسجد کی تعمیر ہوئی اور جب ہی سے اس کے امام اور خطیب مولانا شمس الحسن صاحب تھے' جو مولانا احتشام الحق تھانوی کے قریبی عزیز تھے۔ انہوں نے جمعیت کو یہاں اپنے پروگرام کرنے کی خوشی سے اجازت دے رکھی تھی۔۔۔۔ جمعہ کو خطبہ دیتے تو ہاتھ میں نیام میں تلوار ہوتی تھی۔ غالباً مہینہ میں ایک بار یہ پروگرام ہوتا تھا۔ تمام کارکنان اور ہمدرد عشاء کی نماز اسی مسجد میں ادا کرتے تھے یا نماز کے بعد جلد پہنچ جاتے تھے۔ درسِ قرآن' درسِ حدیث اور کچھ لٹریچر سے سنایا جاتا۔ مسنون دعائیں یاد کرائی جاتیں۔ گیارہ بجے لوگ سو جاتے۔ کچھ رفقاء جاگتے بھی رہتے اور دعوتی و تربیتی گفتگو یا عبادت میں مصروف رہتے۔ سونے والوں کو صبح صادق سے ایک گھنٹہ قبل اٹھا دیا جاتا۔ رفقاء عموماً انفرادی طور پر نماز تہجد ادا کرتے۔ دالان کئی تھے۔ رفقاء علیحدہ علیحدہ بلکہ چھپ کر یہ نماز ادا کرتے کہ کوئی دیکھے نہیں۔ سسکیوں کی آوازیں سنائی دیتی تھیں۔ فجر کی نماز پڑھ کر سب اپنے اپنے گھر روانہ ہو جاتے۔

واقف ہو اگر لذتِ بیداریٔ شب سے
اونچی ہے ثریا سے بھی یہ خاکِ پُراسرار

(جاری ہے)

✿✿ ضرورت رشتہ ✿✿

29 سالہ دوشیزہ (راجپوت)' تعلیم بی اے' بی ایڈ' امور خانہ داری میں ڈپلومہ ہولڈر کے لیے دینی مزاج کے حامل برسرروزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔

رابطہ: 5437208-7841951

اطلاع

عیدالاضحیٰ کی تعطیلات کے باعث پریس اور دفاتر بند رہیں گے۔ لہٰذا ''ندائے خلافت'' کا آئندہ شمارہ شائع نہیں ہوگا۔

(ادارہ)

کیا نماز کا طریقہ اختلافی ہے؟

خورشید ندیم

ارشاد ہوا' نماز پڑھنے کا طریقہ چونکہ اختلافی ہے' اس لئے نصاب سے خارج کیا جا رہا ہے' یہ قول دین کے کسی اچھے فہم کا مظاہرہ ہے نہ تعلیم کے' مزید یہ ہے کہ اگر یہ کسی مسلمان ملک کے ایک اعلیٰ منصب پر بیٹھے فرد کی زبان سے ادا ہو تو اس کی سنگینی میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

دینی عقائد میں جو حیثیت توحید کی ہے' وہی اعمال میں نماز کی ہے۔ اسی طرح اس عبادت کی ایک تہذیبی اہمیت بھی ہے۔ نماز کی نفی کے ساتھ اسلامی معاشرت کا کوئی تصور وجود میں نہیں آ سکتا۔ نماز توحید کی طرح ایک عقیدہ نہیں' ایک عمل ہے۔ لہٰذا ایک عملی شکل کے تعین کے بغیر نماز کا وہ تصور واضح نہیں ہو سکتا ہے جو دین میں مطلوب ہے۔ نماز کو محض ایک تصور مان لینے سے کوئی نظام ربوبیت تو جنم لے سکتا ہے لیکن وہ عبادت باقی نہیں رہتی جو انسان کے دینی اعمال کی خشت اول ہے۔ لہٰذا میرا کہنا یہ ہے کہ طریقے کے بغیر نماز ایک بے معنی خیال ہے۔

ایک مسلمان ملک کی تعلیم کا نظام جن ہاتھوں کو سونپا جائے' ان کے فرائض منصبی میں یہ بات شامل ہونی چاہئے کہ وہ دین کے بارے میں موجود ذہنی وفکری تحفظات کو دور کریں اور قوم میں اس حوالے سے زیادہ سے زیادہ یکسوئی پیدا کریں۔ اس کی ایک شکل یہ ہے کہ وہ خود کو کسی ایک خاص فقہ یا مکتب فکر کا ترجمان نہ بنائیں بلکہ ان سے ماورا ہو کر دین سے وابستہ ہوں۔ یہ بات خوش آئند ہے کہ ہمارے حکمرانوں نے اس معاملے میں بڑی حد تک احتیاط سے کام لیا ہے۔ جنرل ضیاء الحق مرحوم نے اس کا اہتمام نہیں کیا تو ان کے بعض اقدامات کے نتیجے میں دین متنازعہ قرار دیا جانے لگا۔

اس کی دوسری صورت یہ ہے کہ اگر کسی بنیادی معاملے میں اختلاف ہو تو اہل علم کی مدد سے اسے واضح کیا جائے۔ اس سے یہ بات کھلے گی کہ جس عمل کو ہم اختلافی قرار دے رہے ہیں' وہ محض تنوع کا معاملہ ہے یا ذوق کا اور یہ کہ دین میں تنوع غیر پسندیدہ بات نہیں۔ اگر ہم دین میں مطلوب اس تنوع کو اختلافات قرار دیتے گئے تو پھر روزہ' زکوٰۃ' حج ہر چیز اس کی زد میں آ جائے گی۔ میں اس سے بڑھ کر یہ کہتا ہوں کہ اس کے بعد توحید سمیت کوئی عقیدہ بھی ایسا نہیں ہوگا جو غیر متنازعہ قرار دیا جا سکے۔ ایسے مسائل کے حل کا ایک طریقہ تو یہ ہے کہ انہیں اختلافی قرار دے کر نصاب سے خارج کر دیا جائے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ ان اختلافات کی حقیقت کے بارے میں نئی نسل کی شعوری تربیت کی جائے اور ان پر واضح کر دیا جائے کہ یہ اختلافات ایسے ہیں جن سے دین کے ساتھ کسی فرد کی وابستگی متاثر نہیں ہوتی۔ اس سے طالب علم میں ایک ذہنی وسعت پیدا ہوگی اور سن شعور کو پہنچ کر جب وہ مسلمانوں میں موجود فقہی اور مسلکی تقسیم کو دیکھے گا تو اس سے وہ کوئی منفی تاثر نہیں لے گا۔ میرا خیال ہے کہ نماز کے عمل میں موجود تنوع سے اس کی تعلیم ہو سکتی ہے۔

> **دینی عقائد میں جو حیثیت توحید کی ہے' وہی اعمال میں نماز کی ہے۔ اگر نماز میں تنوع کے اختلافات کی وجہ سے اسے نصاب سے نکالا گیا تو کل روزہ' زکوٰۃ' حج بھی اس کی زد میں آ جائیں گے**

نماز بعض اعمال اور اذکار کا مجموعہ ہے۔ اس کے وہ اعمال اور اذکار جن سے اس عبادت کی ہیئت واضح ہوتی ہیں' وہ غیر متنازعہ ہیں اور اس امت میں اجماع اور عملی تواتر سے نسل در نسل منتقل ہوتے آئے ہیں۔ یہ آج بھی مسلمانوں کے تمام فرقوں میں غیر اختلافی ہیں' مثال کے طور پر یہ بات کہ رفع یدین (دونوں ہاتھوں کا اٹھانا) اور تکبیر (اللہ اکبر) کے ساتھ نماز کا آغاز ہوگا' ہر رکعت میں دو سجدے اور ایک رکوع ہوگا۔ اسی طرح فرض نماز کی رکعتیں اور اوقات ہیں۔ پھر یہ کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کی تلاوت کی جائے گی اور اس کے ساتھ قرآن مجید کا کچھ حصہ شامل ہوگا۔ ان میں کوئی اختلاف نہیں۔ اب جو امور اختلافی یا متنازعہ ہیں' وہ سب ایسے ہیں جو اختیاری ہیں' یعنی ان میں خود شارع کی طرف سے یہ گنجائش رکھی گئی ہے کہ آپ اس میں اپنے ذوق کے لحاظ سے کسی ذکر کا اہتمام کر سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر رکوع کی حالت میں نبی ﷺ سے ایک سے زیادہ اذکار روایت ہوئے ہیں۔ کبھی آپ نے پڑھا "سبحان ربی العظیم" کبھی فرمایا "سبوح قدوس رب الملائکة والروح" اسی طرح حالت سجدہ میں بھی ایک سے زیادہ اذکار آپؐ سے منقول ہیں۔ رکوع کے بعد جب نبی ﷺ کھڑے ہوتے تو مختلف موقعوں پر آپؐ نے مختلف کلمات پڑھے۔ ایک موقع پر جب آپؐ کے پیچھے کھڑے ایک صحابیؓ نے کچھ اضافی کلمات کہے جو آپ نے تعلیم نہیں فرمائے تھے تو آپؐ نے ان کی بھی تحسین کی۔

پہلا طریقہ ہر اعتبار سے غیر محفوظ ہے۔ ہمارے حکمران اس سے جو مقصد حاصل کرنا چاہتے ہیں' وہ بھی اس سے حاصل نہیں ہوگا۔ مذہب اس معاشرے کی سرشت میں ہے۔ جو لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ پاکستان میں ایک غیر مذہبی معاشرے کا قیام ممکن ہے' وہ یہاں موجود تہذیبی قدروں اور عوامل سے پوری طرح واقف نہیں ہیں۔ میرا تھیسس یہ ہے کہ ہمارا معاشرہ ایک حد سے زیادہ مذہبی بن سکتا ہے نہ غیر مذہبی۔ گزشتہ پچاس ساٹھ سال میں اس معاشرے کو اسلامی یا غیر مذہبی بنانے کی جتنی کوششیں ہوئی ہیں وہ ایک خاص حد سے آگے نہیں بڑھ سکیں۔ میں مستقبل میں بھی اس کے امکانات نہیں دیکھتا۔ اس بنا پر میں یہ کہتا ہوں کہ اگر ہمارے ارباب اختیار کا یہ خیال ہے کہ وہ دین سے نسبت رکھنے والی ہر بات نصاب تعلیم سے خارج کر دیں گے اور اس سے معاشرہ غیر مذہبی بن جائے گا تو اس سے بڑی غلط فہمی کوئی نہیں ہو سکتی۔ یہاں جو بات ممکن ہے اور جو صحیح بھی ہے' وہ یہی ہے کہ لوگوں کے مذہبی تصورات کی اصلاح کی جائے۔ حکومت اس کام کے لئے ان لوگوں کی مدد لے جو رسوخ فی العلم رکھتے ہوں۔

تعلیم کا مسئلہ اپنے اندر اتنی نزاکت رکھتا ہے کہ اسے کسی غیر متعلق شخص کے سپرد نہیں کیا جا سکتا۔ اس کا نتیجہ وہی نکلے گا جو نکل رہا ہے۔ پہلے نماز کو اختلافی سمجھ کر نکالا گیا۔ اب میٹرک کے بعد مطالعہ پاکستان کو غیر ضروری قرار دے دیا گیا ہے۔ اگر موضوعات سے جان چھڑانے کا یہ طرزِ عمل یوں ہی جاری رہا تو کل نصابی کتاب کے عنوان سے طالب علموں کے ہاتھوں میں صرف جلد رہ جائے گی۔

(باقی صفحہ 17 پر)

☆ بنک میں ملازمت کی شرعی حیثیت کیا ہے؟
☆ تنظیم اسلامی اور تبلیغی جماعت کے کام میں کیا فرق ہے؟
☆ کنیزوں کے بارے میں اسلام کیا حکم دیتا ہے؟

قارئین ندائے خلافت کے سوالات کے قرآن و سنت کی روشنی میں جوابات

س: ''بے شک کوہ صفا اور مروہ خدا کی نشانیوں میں سے ہیں جو شخص خانہ کعبہ کا حج یا عمرہ کرے اس پر کچھ گناہ نہیں کہ وہ دونوں کا طواف کرے'' کا کیا مطلب ہے؟

ج: حضرت عروہؓ نے اپنی خالہ حضرت عائشہؓ سے جب اس آیت مبارکہ کے بارے میں اس شبہ کا اظہار کیا تو حضرت عائشہ نے جواب دیا کہ بعض عرب قبائل ''مناۃ الطاغیہ'' نامی بت کی پوجا کرتے تھے اور انہوں نے اس بت کو ''مشلل'' نامی پہاڑی پر نصب کر رکھا تھا۔ یہ لوگ جب حج کے لیے جاتے تو اس بات کا نام لے کر تلبیہ کرتے اور طواف کرتے اور مکہ میں پہنچ کر صفا اور مروہ کی سعی کو گناہ سمجھتے تھے۔ مسلمان ہونے کے بعد انہوں نے اللہ کے رسول ﷺ سے اس بارے میں دریافت کیا تو یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔ (بخاری و مسلم) بعض مفسرین کے نزدیک زمانہ جاہلیت میں مشرکین عرب نے صفا اور مروہ پر ''اساف'' اور ''نائلہ'' نامی بت نصب کر رکھے تھے۔ جب سعی کرتے تو ان کا استلام کرتے تھے۔ مسلمان ہونے کے بعد ان کے دل میں یہ شبہ پیدا ہوا کہ یہ محض جاہلیت کی ایک رسم ہے۔ اسے نہیں کرنا چاہیے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ یہاں بتایا گیا کہ صفا اور مروہ تو اصل میں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں۔ ان کا طواف اصل میں حج کے لئے تھا۔ کفار نے اپنی جہالت سے بت رکھ چھوڑے تھے۔ لہٰذا ان کے طواف میں کوئی گناہ اور خرابی نہیں۔ اُن کا طواف کرنا چاہیے۔

س: دوران جنگ دشمن کی غیر مسلم عورتیں جو مسلمانوں کے ہاتھ آئیں' ان کے بارے میں اسلام کی تعلیم کیا ہے؟

ج: اسلام کا قانون تو تبدیل نہیں ہوا۔ عین حالت جنگ میں محاذ جنگ پر جو غیر مسلم عورتیں قید ہوں گی وہ کنیز بنائی جائیں گی۔ لیکن فرض کیجیے کہ مسلمانوں نے ایک بڑا علاقہ فتح کر لیا۔ اب ایسا نہ ہوگا کہ علاقے کی تمام خواتین کو کنیزیں بنا لیا جائے بلکہ محاذ جنگ پر جو عورتیں ہوں گی صرف وہ کنیزیں بنائی جائیں گی۔ کنیزوں کے متعلق یہی حکم رہے گا' اِلّا یہ کہ وقت کی اسلامی حکومت مصلحت کے تحت یہ خیال کرے کہ ایسا نہ کیا جائے بلکہ ان کو فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے' تو اس کو ایسا کرنے کی اجازت ہوگی۔

س: بینک میں ملازمت کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اگر اس کے سوا کوئی اور چارہ کار نہ ہو تو کیا کیا جائے؟

ج: سودی معاملات کی وجہ سے بنک کی ملازمت حرام ہے۔ البتہ یاد رہے کہ اس کے بھی درجے ہیں' جن میں فرق و تفاوت بہرحال رہے گا۔ ایک ہے گن مین' جو بنک کے باہر کھڑا ہے صرف حفاظت کے لیے' اس کا بنک کے لین دین ٹرانزیکشن وغیرہ سے کوئی تعلق نہیں۔ اگرچہ شریعت کا تقاضا ہے کہ جہاں شبہ بھی پڑ جائے اس سے بھی بچ جانا چاہیے۔ اس اعتبار سے بنک میں گن مین کی ملازمت بھی اختیار نہیں کرنی چاہیے' وہ بھی مکروہ ہوگی' لیکن یہ کہ اسے حرام مطلق نہیں کہا جا سکتا۔ البتہ بنک کی جو مین سروس ہے' اس سے بچنا چاہیے۔ شرعی تقاضا یہ ہے کہ آدمی روکھی سوکھی کھا کر گزارہ کر لے' لیکن اس کے کھانے میں حرام شامل نہ ہو۔

س: تنظیم اسلامی اور تبلیغی جماعت کے کام کے انداز میں کہاں کہاں فرق ہے؟ (محمد راشد)

ج: تنظیم اسلامی کا ڈیکلیئرڈ ہدف نظام کی تبدیلی ہے۔ یعنی باطل نظام کو جڑ سے اکھاڑ کر اللہ کا دین قائم کرنا۔ تبلیغی جماعت کے کام کی نوعیت اس سے مختلف ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ افراد میں یقین پیدا ہو جائے' ایمان پیدا ہو جائے' نمازوں کا ذوق وشوق پیدا ہو جائے' ان کی سنت کے مطابق داڑھیاں ہو جائیں' لباس سنت کے مطابق ہو جائے۔ ان کا Emphesis ان چیزوں پر ہے۔ ہم پورے نظام کو بدلنے کی جدوجہد کر رہے ہیں۔

دوسرا فرق یہ ہے کہ ہم نیکی کی تلقین کے ساتھ ساتھ بدی پر تنقید بھی کرتے ہیں۔ امر بالمعروف کے ساتھ نہی عن المنکر بھی لازم ہے۔ نیکی کا حکم دینا اور برائیوں سے روکنا' یہ دونوں ایک گاڑی کے دو پہیوں کے مانند ہیں۔

تیسرا فرق یہ ہے کہ ہم نے اپنی دعوت کا محور قرآن مجید کو بنایا ہے۔ قرآن کا پڑھنا پڑھانا' سیکھنا سکھانا اور سمجھنا سمجھانا' قرآن کے ذریعے سے دعوت دین کو عام کرنا ہمارے پیش نظر ہے۔ یہ پیٹرن تبلیغی جماعت کے ہاں نہیں ہے۔ باقی جو کام وہ کر رہے ہیں' اس کا فائدہ ضرور ہوتا ہے۔ ایک آدمی کی نجی زندگی میں کچھ نہ کچھ تبدیلی تو آتی ہے۔ مثلاً کوئی پہلے شیو کر رہا تھا' اب داڑھی رکھ لی ہے۔ پہلے نماز کی ادائیگی میں کوتاہی ہو رہی تھی۔ اب اس کا پورے طور سے اہتمام کیا جا رہا ہے' وغیرہ۔

س: کیا مبلغ کے لیے کوئی خاص Qualification ضروری ہے؟ وضاحت فرمائیے۔

ج: مبلغ کے لئے کم از کم اتنا ضروری ہے کہ جس بات کی اس نے تبلیغ کرنی ہے' اسے وہ سمجھتا اور جانتا ہو۔ ضروری ہے کہ انسان پہلے خود قرآن سیکھے' کلام اللہ کو اس حد تک سمجھے کہ اسے سمجھانے کی صلاحیت حاصل ہو جائے۔ باقی اُس کے لیے چودہ یا سولہ علوم کی تحصیل لازم نہیں۔ یہ چیزیں دراصل مفتی بننے کے لیے ضروری ہیں۔ کیا چیز حلال ہے' کیا حرام ہے' شریعت کا حکم کیا ہے کیا نہیں ہے' اس کا فیصلہ مفتی کرے گا۔ چنانچہ اُسے یہ سارے علوم پڑھنے ہوں گے۔ لیکن تبلیغ کے لیے یہ شرائط نہیں ہیں۔ بلکہ آپ قرآن سمجھتے ہوں اور سمجھا رہے ہوں تو یہ کافی ہے۔

کالم ''تفہیم المسائل'' میں سوالات بذریعہ ڈاک یا ای میل ایڈریس media@tanzeem.org پر بھیجے جا سکتے ہیں۔

چشتیاں میں فحاشی اور بے حیائی کے خلاف مظاہرہ

حکومتی سطح پر فحاشی' بے حیائی اور مخلوط مجالس کو فروغ دیا جا رہا ہے اور یہ بات اللہ اور نبی اکرم ﷺ کے فرمودات کے خلاف ہے ان خیالات کا اظہار محمود اسلم نے تنظیم اسلامی حلقہ بہاول نگر و بہاول پور کے زیر اہتمام ایک احتجاجی مارچ کے شرکاء سے چشتیاں میں اپنے خطاب کے دوران کیا۔ انہوں نے کہا کہ آج ہمارے نوجوانوں کے آئیڈیل نبی ﷺ اور صحابہؓ کے بجائے فنکار اور کھلاڑی ہیں۔

ایک اور مقرر ذوالفقار علی نے بھی کہا کہ قرآن حکیم ہمیں زناء سے دور رہنے کا حکم دیتا ہے لیکن جن راستوں پر ہم گامزن ہیں وہ سارے کے سارے زناء کی طرف جاتے ہیں۔ ہمارے گھروں پر الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا کی یلغار ہے۔ جو کچھ ہماری آنکھیں دیکھتی ہیں کان سنتے ہیں اُسی کے مطابق ہمارے اعمال ہیں۔ ہمارے گھروں میں شرعی پردہ نہیں۔ عورت کو ایک ذریعہ بنا دیا گیا ہے۔ اس جرم میں گھر کے سربراہ سے لے کر ملک کے سربراہ تک سب ملوث ہیں۔ خاندانی نظام ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو رہا ہے۔ خدارا! قرآن کے احکامات کو سمجھیں اور ان پر عمل کریں۔

قبل ازیں تنظیم اسلامی حلقہ بہاول نگر و بہاول پور کے کارکنوں کی ایک کثیر تعداد نے مذکورہ برائی کے خلاف ملت آئی ہسپتال سے اپنے مارچ کا آغاز کیا اور قاضی والا روڈ سے گزرتے ہوئے چوک فوارہ میں آ کر کھڑے ہو گئے۔ شرکاء کے ہاتھوں میں پلے کارڈ اور بینرز بھی کافی تعداد میں تھے۔ اس موقع پر عوام الناس میں ہزاروں کی تعداد میں ہینڈ بلز بھی تقسیم کئے گئے۔ عوام کی جانب سے مختلف سوالات پوچھے گئے۔ اس طرح انہوں نے کر مظاہرہ میں اپنی دلچسپی کا اظہار بھی کیا گیا۔ ظہر کی نماز سے قبل مظاہرہ اپنے اختتام کو پہنچا۔

(رپورٹ: وقار اشرف)

امیر حلقہ سرحد شمالی کا دورہ بٹ خیلہ

امیر حلقہ سرحد شمالی جناب محمد فہیم صاحب نے اپنے حلقہ کی ٹیم کے ساتھ 11 دسمبر بروز اتوار مقامی تنظیم کے امیر شوکت اللہ صاحب کے ساتھ پہلے سے طے شدہ پروگرام کے مطابق ایک روزہ دورہ کیا۔ جہاں شوکت اللہ صاحب مقامی تنظیم کے عہدیداران اور دیگر رفقاء کے ہمراہ منتظر تھے۔ ان ذمہ داران کے ساتھ دفتر تنظیم میں تنظیمی اور دیگر امور پر بھرپور نشست کی گئی اور بعض فیصلے کئے گئے۔ دراصل بٹ خیلہ کے تحت چار اسرہ جات (بٹ خیلہ' الہ ڈھنڈ' باڑوان اور اوچ) کام کر رہے ہیں۔ رفقاء کی کل تعداد 30 ہے۔ بٹ خیلہ اور الہ ڈھنڈ تو ماشاء اللہ غیر معمولی طور پر فعال اسرہ جات ہیں تاہم اوچ اور باڑوان (اوچ نسبتاً زیادہ) ایک عرصہ سے غیر فعالیت اور کمزوری کا مظاہرہ کرتے آ رہے ہیں۔ جس کا ایک مظہر پچھلے نصف سال سے ماہانہ رپورٹ کا نہ آنا ہے۔ ذمہ داران حضرات سے باہمی گفتگو کے بعد طے پایا کہ چونکہ اسرہ اوچ کے نقیب حاجی قاسم صاحب اپنی ذمہ داری کما حقہ پوری نہیں کر پا رہے ہیں لہٰذا ان کی بجائے لیاقت علی کو جو کہ بحمد للہ ایک فعال سرگرم ملتزم رفیق ہیں کو نقابت کی ذمہ داری سونپی جائے۔ چنانچہ امیر حلقہ نے فیصلہ کر کے لیاقت علی کو اسرہ اوچ کا نقیب مقرر کیا اور طے پایا کہ ان کے تنظیمی اجتماعات کو ریگولرائز کرنے کے لئے حلقہ کے ناظم تربیت احسان الودود اور بٹ خیلہ سے امیر نواز خان مہینہ میں ایک بار خصوصی طور پر شرکت کریں گے۔

اسرہ باڑوان جو کہ اوچ کے بعد ایک غیر متحرک اسرہ ہے کے نقیب تقویم الحق سے غیر فعالیت کی وجہ معلوم کی گئی تو انہوں نے اپنی ذات اور اپنے رفقاء کی کمزوری اور کوتاہی جس کی بنا پر اسرہ باڑوان پر ایک جمود طاری ہے' بیان کی۔ بہرحال ان سے خاصی طویل ترغیبی گفتگو ہوئی۔ موصوف نے عندیہ دیا کہ آئندہ ہماری بھرپور کوشش ہوگی کہ اپنے اسرہ کو ہر اعتبار سے فعال کریں۔ ان کے اجتماعات میں بھی باقاعدگی لانے کے لئے اسرہ الہ ڈھنڈ کے نقیب احتشام الحق اپنے ساتھی محمد اسلم صاحب سمیت ماہانہ بنیادوں پر شریک ہوں گے۔

تنظیم کی سطح پر شب بیداری کے انعقاد کے حوالے سے یہ محسوس کیا گیا کہ بٹ خیلہ میں اس کا انعقاد از بس ضروری اور لازمی ہے۔ چنانچہ فیصلہ کیا گیا کہ دفتر کے قریب واقع والی مسجد میں ہر ماہ کے آخری اتوار کو شب بیداری کا پروگرام منعقد کیا جائے گا۔ شوکت اللہ صاحب کو نوٹ کرایا گیا کہ اپنے تمام رفقاء کو شب بسری کے حوالہ سے مطلع کیا جائے۔ مزید بتایا گیا کہ بٹ خیلہ شب بیداری کا خرچہ اور رفقاء کو کرایہ (اگر خود برداشت نہیں کر سکتے ہیں) حلقہ ادا کرے گا۔

(رپورٹ: شاہد وارث)

تنظیم اسلامی ایبٹ آباد کے زیرِ اہتمام ماہانہ شب بیداری

تنظیم اسلامی ایبٹ آباد کے زیر اہتمام 26 نومبر 2005ء کو شب بیداری پروگرام ہوا۔ بعد نماز مغرب المیز ان پبلک سکول میں نذیر صاحب نے سورۃ یٰس کے دوسرے رکوع کے حوالے سے تذکیر فرمائی۔ آپ کے پُر تاثیر انداز نے حاضرین کو بہت متاثر کیا۔ بعد ازاں ذوالفقار علی شاد نے ''رفقائے تنظیم کے مطلوبہ اوصاف'' کے موضوع پر مذاکرہ کروایا۔ بعد نماز عشاء مسجد الہدیٰ ایر ملک پورہ میں سلطان صاحب نے سورۃ الصف کی آخری آیات کے حوالے سے درس قرآن دیا' اور رفقاء و حاضرین کے سامنے مدلل انداز میں غلبۂ دین کے لیے جان اور مال لگانے کی اہمیت کو واضح کیا۔ بعد ازاں دفتر تنظیم میں راقم نے ''فرائض دینی کا جامع تصور'' بیان کیا۔ اس کے بعد رفقاء نے ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کا ویڈیو پروگرام ''عظمتِ قرآن'' دیکھا' آرام کے بعد نماز فجر باجماعت ادا کی گئی۔ اس کے بعد رفقاء تلاوت قرآن میں مشغول رہے۔ نمازِ اشراق ادا کرنے کے بعد پروگرام کا اختتام ہوا۔

(مرتب: اسد قیوم)

دعائے صحت کی اپیل

☆ اسرہ حیدر آباد کے رفیق عبدالسلام مروت ایک حادثے میں زخمی ہو گئے ہیں' تنظیم اسلامی جنوبی' سندھ زیریں کے رفیق محترم مبین الرشید علیل ہیں۔

قارئین سے دعائے صحت کی اپیل ہے۔

دعائے مغفرت کی اپیل

☆ راولپنڈی کینٹ کے ملتزم رفیق محمد ازرم کے بڑے بھائی گزشتہ دنوں انتقال کر گئے ہیں۔

☆ رفیق تنظیم اسلامی' کراچی شمالی' جناب نوید مزمل کے چچا رحلت فرما گئے ہیں۔

☆ مبتدی رفیق تنظیم اقبال ٹاؤن لاہور' محمد طیب میر کے والد محترم انتقال فرما گئے ہیں۔

☆ تنظیم اسلامی پشاور کے مبتدی رفیق حافظ محمد رئیس کی والدہ صاحبہ طویل علالت کے بعد وفات پا گئی ہیں۔

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائیں اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائیں۔ قارئین ندائے خلافت اور رفقاء و احباب سے مرحومین کے لئے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

بقیہ: قرآن حکیم اور عصر حاضر

(قرآن) رکھنے کے باوجود عوام سے لے کر حکومت تک غیر اسلامی تہذیبوں کی پیروی کر رہے ہیں۔ اور ہم اپنے ہی ملک میں خدا کا نظام قائم کرتے ہوئے ڈرتے ہیں کہ کہیں اُچک نہ لیے جائے حالانکہ کتاب زندہ تو ہماری محافظ ہے۔

اس دور میں جو چیز محافظ ہے ہماری
قرآن ہے قرآن ہے قرآن ہے قرآن

ہم قرآن کے دیے ہوئے عظیم ترین نظام کو چھوڑ کر اس گھٹیا اور غیر فطری نظام زندگی کو اپنائے ہوئے ہیں جس میں ہر طرح کی برائی کو اچھائی سمجھا جاتا ہے۔ اس کی وجہ صرف اور صرف قرآن سے ناواقفیت ہے۔

قرآن کی عظمت کا اندازہ بھی قرآن فہمی کی کوشش سے ہو سکتا ہے اور یہ یقینی بات ہے کہ جس انسان پر قرآن کی حقیقت منکشف ہو جائے اس کے دل میں تو ہر وقت یہ آرزو ہوگی کہ میری زندگی رہے نہ رہے خدا کے نظام کو ہر حال قائم ہونا چاہیے کیونکہ اُس کی کامیابی بھی اسی میں ہو گی۔ آج کے دور میں قرآن کو سمجھنا بہت آسان ہو چکا ہے۔ آج ہمیں قرآنی تفاسیر کی ویڈیو اور آڈیو با آسانی سے مل جاتی ہیں۔ قرآن فہمی کا اگر جذبہ ہو تو اسے سمجھنا مشکل نہیں آسان ہے۔ خود باری تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ''ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لئے آسان بنا دیا ہے' پس ہے کوئی جو نصیحت کرے''۔

دُعائے مغفرت

- ہفت روزہ ندائے خلافت کے بانی مدیر اقتدار احمد (مرحوم) کی بیوہ' امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید صاحب کی چچی' جو رشتے میں اُن کی خوشدامن بھی تھیں' 2 جنوری 2006ء کو وفات پا گئی ہیں۔ اُن کی نماز جنازہ بوقت عصر قرآن اکیڈمی میں ادا کی گئی۔ مرحومہ نے اپنے پیچھے تین بیٹے اور پانچ بیٹیاں چھوڑیں۔ ادارہ پسماندگان کے غم میں شریک ہے۔
- مرکزی انجمن خدام القرآن کے ناظم اعلیٰ جناب قمر سعید قریشی کی والدہ بھی اُسی روز (2 جنوری کو) رحلت فرما گئیں۔ اُن کی نماز جنازہ بعد از نمازِ عشاء گڑھی شاہو میں ادا کی گئی۔

دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحومات کی مغفرت اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ قارئین ندائے خلافت' احباب اور رفقائے تنظیم اسلامی سے بھی درخواست ہے کہ وہ مرحومات کی مغفرت اور بلندیٔ درجات کے لیے دُعا فرمائیں۔

بقیہ: اداریہ

سے محبت کرنے کی دعویدار ہے تو اُس کا لٹمس ٹیسٹ یہ ہے کہ وہ فریضہ نہی عن المنکر ادا کرتی ہے یا نہیں۔ ہمارے نزدیک ووٹ بنک کے متاثر ہونے کے خدشہ سے کسی برائی سے صرف نظر کرنا قومی جرم ہے۔

قیادت کا رویہ یہ نہیں ہونا چاہیے کہ ہوا کا رخ دیکھ کر اپنے موقف کا تعین کرے بلکہ قیادت کا اصل فرض یہ ہے کہ وہ راہِ راست کی طرف عوام کی رہنمائی کرے اور عوام کی تعلیم و تربیت پر وقت اور وسائل صرف کرنے میں بخیلی سے کام نہ لے۔ ایک اچھی قیادت کا حقیقی وصف یہ ہے کہ وہ کسی سیاسی نقصان کو خاطر میں نہ لائے اور پوری استقامت کے ساتھ صراطِ مستقیم اور شاہراہ حق پر گامزن رہے' عوام کو دلیل سے قائل کرے لیکن صرف گفتار کی غازی نہ بنے بلکہ اُس کا کردار بھی بے داغ ہو۔ مذہبی سیاسی جماعتوں کو خاص طور پر اِس طرف توجہ دینی چاہیے۔ آخروی فلاح کے حصول کی جدوجہد میں اگر انتخابات میں ہار ہو جائے تو ایسی ہار پر جیت کو سو بار قربان کیا جا سکتا ہے۔ عوام کو برائی سے آگاہ کرنا ہی نہیں روکنا بھی ہمارا فرض ہے' وگرنہ کون نہیں جانتا کہ امام غلطی کرے اور اصلاح قبول نہ کرے تو مقتدیوں کا گناہ بھی اُس کے سر آتا ہے۔

خطابات جمعہ

شعبہ سمع و بصر کی پیشکش

VOL-7

جس میں مسجد دارلسلام باغ جناح' لاہور میں ہونے والے 26 دسمبر 2003 تا 31 دسمبر 2004 تک کے خطابات جمعہ اور عیدین یکجا کر دیے گئے ہیں

مقررین:

ڈاکٹر اسرار احمد صاحب (بانی تنظیم اسلامی)
حافظ عاکف سعید صاحب (امیر تنظیم اسلامی)
عبدالرزاق صاحب (ناظم اعلیٰ تحریک خلافت)
رحمت اللہ بٹر صاحب (ناظم دعوت)
شاھد اسلم صاحب (ناظم تربیت)

مکتبہ خدام القرآن لاھور

قرآن اکیڈمی 36-K ماڈل ٹاؤن لاہور فون: 03-5869501 فیکس: 5834000

www.tanzeem.org maktaba@tanzeem.org

بقیہ: کیا نماز کا طریقہ اختلافی ہے؟

ان دنوں جب لوگ ایک طرف امریکی ذمہ داران کے یہ بیانات پڑھتے ہیں کہ پاکستان کے نصاب تعلیم میں ترمیم ناگزیر ہے اور دوسری طرف حکومت نماز کے طریقے کو متنازعہ قرار دے کر نصاب سے خارج کر دیتی ہے تو اس تاثر کی نفی ممکن نہیں رہتی کہ ان اقدامات کے پس منظر میں کوئی اور ہے۔ اسی وجہ سے میں یہ رائے رکھتا ہوں کہ یہ طریقہ خود حکومت کے لئے بھی غیر محفوظ ہے۔ میرا یہ تاثر پختہ ہوتا جا رہا ہے کہ حکومتی اقدامات یہ اس کے لئے ایک بڑے بحران میں ڈھل سکتے ہیں۔ (بشکریہ روزنامہ ''جنگ'')

خاموشی

خاموشی عبادت ہے بغیر محنت کے' ہیبت ہے بغیر سلطنت کے' قلعہ ہے بغیر دیوار کے' فتح یابی ہے بغیر ہتھیار کے' آرام ہے کراماً کاتبین کا' قلعہ ہے مؤمنین کا' شیوہ ہے عاجزوں کا' دبدبہ ہے حاکموں کا' مخزن ہے حکمتوں کا' جواب ہے جاہلوں کا۔ (امام غزالیؒ)

فلسطینی اسرائیل کو تسلیم کریں

امریکہ' روس' یورپی یونین اور اقوام متحدہ...... یہ وہ چاروں طاقتیں ہیں جنہوں نے مشرق وسطیٰ کا ''امن عمل'' شروع کرایا تھا۔ اب ان طاقتوں کے نمائندوں نے فلسطینی اتھارٹی کے صدر محمود عباس کو مطلع کیا ہے کہ مستقبل میں فلسطینی ریاست کا قیام صرف اسی صورت ممکن ہے کہ اسرائیل کے وجود کو تسلیم کرلیا جائے نیز فلسطین میں جاری تشدد اور دہشت گردی ختم کی جائے۔

ماضی میں بھی دنیا کے درج بالا چاروں ٹھیکے دار اسی قسم کی باتیں کہہ چکے ہیں۔ تازہ بیان دینے کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ 25 جنوری کو فلسطین میں پارلیمانی انتخابات ہورہے ہیں اور امکان ہے کہ حماس اور اسلامی جہاد کافی نشستیں جیت لیں گے۔ ہوسکتا ہے کہ حماس اتحادی جماعتوں سے مل کر حکومت بنالے۔ اب حماس اسرائیل کی شدید مخالف ہے۔ اسرائیل فکرمند ہے اس لئے محمود عباس سے اس قسم کا مطالبہ کیا جارہا ہے۔

ایرانی صدر نے کیا جھوٹ کہا؟

پچھلے دنوں ایرانی صدر' احمدی نژاد کے اس بیان پر اسرائیلی' امریکی اور یورپی بڑے چراغ پا رہے کہ یہودیوں کو یورپ کے کسی ملک میں بسا دینا چاہئے تاکہ وہ وہاں اپنی ریاست قائم کرسکیں۔ سوال یہ ہے کہ کیا انہوں نے غلط کہا؟ دراصل اسرائیل اور امریکا کی پروپیگنڈہ مشینری اتنی طاقتور ہے کہ وہ سچ کو سات پردوں کے پیچھے چھپانے میں کامیاب ہیں اور جھوٹ کسی فاحشہ کی طرح دندناتا پھر رہا ہے۔

1922ء میں لیگ آف نیشنز (جس نے بعد میں اقوام متحدہ کا روپ دھارا) نے فلسطین میں رائے شماری کروائی تھی۔ اس کے مطابق فلسطین کل آبادی 814,895 تھی۔ اس میں 660,641 (81 فیصد) عرب مسلمان' 82,790 یہودی (10 فیصد) اور 71,664 عیسائی (9 فیصد) تھے۔ یعنی فلسطین مسلم اکثریت والا ملک تھا اور یہودیوں کی تعداد صرف دس فیصد تھی۔ اس وقت تک برطانوی فوج عربوں کی نااہلی کے باعث فلسطین پر قبضہ کرچکی تھی۔ لیگ آف نیشنز نے برطانیہ ہی کو ملک کی تولیت (مینڈیٹ) دے دی۔

برطانوی حکومت نے انصاف اور قانون کو بالائے طاق رکھ کر فلسطین میں آباد یہودیوں کو من مانی کرنے کی کھلی چھٹی دے دی اور یہودی آبادکاروں کی خوب حوصلہ افزائی کی۔ اس ''نیک کام'' میں امریکا اور روس نے بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ ان کی پشت پناہی سے یہودیوں نے فلسطین میں پیسے کی طاقت سے یا بزور جبر وسیع پیمانے پر زمینیں خرید لیں۔ طاقت پاکر یہودی غنڈے فلسطینیوں کا قتل عام کرنے لگے کیونکہ ان کے پاس ''سپر پاورز'' کا دیا ہوا اسلحہ موجود تھا۔ اس دوران امریکا' برطانیہ اور دیگر عالمی طاقتوں نے ان مظالم کی طرف سے آنکھیں بند کئے رکھیں بلکہ اکثر اوقات یہود کے ساتھ تعاون کیا۔ مشہور تاریخ دان آرنلڈ ٹائن بی نے اپنی کتاب ''اے سٹڈی آف ہسٹری'' میں اس ظلم وستم کا ذکر کیا ہے جو یہودی غنڈوں نے فلسطینی مسلمانوں پر ڈھایا۔ وہ لکھتا ہے ''یہودیوں کی بربریت اور ظلم وستم ان مظالم سے کسی طرح کم نہیں جوان پر ہٹلر نے ڈھائے تھے''۔

اس وقت لاکھوں فلسطینی بے گھر ہیں' وہ اسی وقت اپنے وطن میں جاسکتے ہیں جب انہیں زبردستی نکالنے والے یہودی ان ممالک میں واپس چلے جائیں' جہاں سے وہ آئے تھے اور جہاں وہ پچھلے دو ہزار برس سے مقیم تھے۔ اس صورت حال میں کیا صدر احمدی نژاد کی یہ تجویز معقول نہیں کہ یہودیوں کو یورپ یا امریکا بسا دیا جائے جوان کے سرپرست اعلیٰ ہیں۔ اگر فلسطین کی زمین پر یہودیوں کا دعویٰ استحقاق تسلیم کرلیا جائے' تو اس کا مطلب ہے کہ مسلمان بھی اسپین (اندلس) پر اپنا دعویٰ کرسکتے ہیں۔ آخر کار انہوں نے وہاں آٹھ سو سال حکومت کی ہے اور وہاں صدیوں مقیم رہے ہیں۔

عراق نازک دوراہے پر

15 دسمبر کے نام نہاد عراقی پارلیمانی انتخابات ابتدائی جائزوں کے مطابق شیعہ مذہبی جماعتوں نے جیت لئے ہیں۔ ان کے اتحاد (یونائیٹڈ عراقی الائنس) نے 275 نشستوں میں سے 130 حاصل کرلی ہیں۔ کرد جماعتوں نے 52 سنی جماعتوں کے مرکزی اتحاد' کو آرڈی نیشن فرنٹ نے 41 'ایاد علوی کی جماعت نے 24 اور سیکولر سنی نیشنل ڈائیلاگ فرنٹ نے نو نشستیں جیت لی ہیں۔ عراق کے سب سے طاقت ور شیعہ رہنما' عبدالعزیز الحکیم نے متحدہ حکومت بنانے کے سلسلے میں کردوں سے رابطے شروع کردیئے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ وہ سنی جماعتوں کو بھی اقتدار میں شریک کرنا چاہتے ہیں۔

ان انتخابات نے عراقیوں کو تین بڑے فرقوں...... شیعہ' سنی اور کردوں میں تقسیم کردیا ہے اور ان کے درمیان اختلافات پیدا ہوگئے ہیں۔ ان سے عراقیوں کے درمیان نفرت نے جنم لیا ہے' اس امر سے عراق میں خانہ جنگی کی شدت بڑھ سکتی ہے۔

عراق میں شیعوں کی تعداد آبادی کا 60 فیصد ہے۔ سنی 20 فیصد اور کرد 15 فیصد ہیں۔ کرد بھی سنی ہی ہیں تاہم وہ نسلی اور ثقافتی لحاظ سے خود کو منفرد جانتے ہیں۔ باقی 5 فیصد عیسائی اور دیگر اقلیتیں ہیں۔ عراق کی موجودہ آبادی دو کروڑ ساٹھ لاکھ ہے۔

عراقی پارلیمانی انتخابات کو سنی جماعتوں نے فراڈ قرار دیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ اس میں حکومت نے دھاندلی کی ہے۔ بات سے عراق میں اختلافات کو ہوا ملی ہے۔ اب عراقی الیکشن کمیشن نے بین الاقوامی ماہرین کو بغداد بلایا ہے تاکہ وہ انتخابی نتائج کا جائزہ لیں۔ ان ماہرین میں سے دو کا تعلق عرب لیگ سے ہے' ایک کینیڈا کے سیاستدان ہیں اور ایک یورپی دانش ور ہیں۔

حقیقت تو یہ ہے کہ عراق کے مسئلہ کا حل اس طرح کے انتخابات نہیں۔ بلکہ اصل حل یہ ہے کہ امریکا سمیت تمام ممالک کی فوج عراق سے نکل جائے تاکہ عراقی مل بیٹھ کر اپنے اختلافات دور کرسکیں۔

گجرات میں اجتماعی قبر کی دریافت

بھارتی صوبہ گجرات کے ایک گاؤں میں چھبیس مسلمانوں کی اجتماعی قبر دریافت ہوئی ہے۔ ان مسلمانوں کو 2002ء کے فرقہ وارانہ فسادات میں جنونی ہندوؤں نے شہید کردیا تھا۔ یاد رہے کہ ان فسادات میں دو ہزار سے زائد مسلمان شہید ہوگئے تھے۔ یہ فسادات اس وقت شروع ہوئے جب ہندوؤں میں یہ افواہ پھیل گئی کہ مسلمانوں نے ہندو یاتریوں سے بھری ایک ریل کو آگ لگادی ہے۔ بعد میں تحقیق سے پتا چلا کہ یہ ایک حادثہ تھا۔ اس زمانے میں صوبہ گجرات پر بھارتیہ جنتا پارٹی کی حکومت تھی اور اس نے فسادات سے کبوتر کی طرح آنکھیں بند کئے رکھیں۔ شنید ہے کہ اس نے فسادات کی چنگاری کو ہوا دینے کے لئے تمام تر طاقت صرف کردی تھی۔

بانی تنظیم اسلامی وصدر انجمن خدام القرآن **محترم ڈاکٹر اسرار احمد**

کی فکر انگیز تصانیف، CDs، VCDs اور DVDs لاہور کے مندرجہ ذیل اہم بک سٹورز پر دستیاب ہیں

- ورائٹی بک سٹور لبرٹی مارکیٹ گلبرگ
- فیروز سنز دی مال لاہور
- فیروز سنز Z-بلاک ڈیفنس لاہور
- راحت سٹور لاہور کینٹ لاہور
- الفیصل پبلشر غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور
- شالیمار ریکارڈنگ کمپنی گراؤنڈ فلور زیتون پلازہ ہال روڈ
- مکتبہ خدام القرآن الحفیظ 83-دی مال لاہور
- گلوبل بک شاپ سوک سینٹر ماڈل ٹاؤن
- فیروز سنز H-بلاک ڈیفنس لاہور
- مکتبہ خدام القرآن 36-k ماڈل ٹاؤن
- مکتبہ رشیدیہ لوئر مال بالمقابل ناصر باغ
- مکتبہ تعمیر انسانیت غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور
- نیو اینڈ اولڈ بک شاپ کالج روڈ مین اکبر چوک ٹاؤن شپ لاہور
- لائن آرٹ پریس شاہراہ قائد اعظم لاہور
- نیو اینڈ اولڈ بک شاپ H بلاک کمرشل فیز 1 بالمقابل بینک آف پنجاب ڈیفنس
- نیو اینڈ اولڈ بک شاپ گلبرگ سینٹر مین بلیوارڈ گلبرگ لاہور

مزید معلومات کے لیے

شعبہ نشر و اشاعت تنظیم اسلامی 36-K ماڈل ٹاؤن لاہور
فون 5869501-3/5856304 فیکس 5834000

ای میل: media@tanzeem.org ویب سائیٹ www.tanzeem.org

غصہ اور غضب

کسی شخص نے حضرت عیسیٰؑ سے پوچھا: اس جہان فانی میں سب سے سخت چیز کون سی ہے۔ آپؑ نے جواب میں فرمایا: اللہ پاک کی ناراضی اور غضب دنیا کی ہر شے سے زیادہ سخت ہیں۔ کیونکہ غصہ اور ناراضی رب تعالیٰ سے دوزخ بھی کانپ اٹھتی ہے۔ اس شخص نے دوبارہ عرض کیا: ان سے محفوظ کس طرح رہا جا سکتا ہے؟ حضرت عیسیٰؑ نے جواب مرحمت فرمایا: غصہ پر قابو پانا سیکھو کیونکہ غصہ ایسی چیز ہے جو اللہ تعالیٰ کے غضب کو دعوت دیتا ہے۔ جب تمہیں غصہ آئے تو اللہ تبارک و تعالیٰ کے غصے کو یاد کر لیا کرو اور اپنے غصے کو پی جایا کرو۔ جو شخص غصے پر قابو نہیں پا سکتا' اسے حق تعالیٰ کی رحمت حاصل نہیں ہو سکتی۔ (حکایات رومیؒ)

فلک سیر (ٹورسٹ) ریزورٹ ساگر ریسٹورنٹ
ملم جبہ' سوات

9,600 فٹ بلندی پر واقع وادی سوات کے نہایت دلفریب اور پرفضا مقام **ملم جبہ** میں قیام وطعام کی بہترین سہولتوں سے آراستہ

جدید تعمیر شدہ شاندار ہوٹل

مینگورہ سے چالیس کلومیٹر کے فاصلے پر اور سیاحت کارپوریشن پاکستان کی چیئر لفٹ سے چار کلومیٹر پہلے کھلے اور روشن' نئے قالین' عمدہ فرنیچر' صاف ستھرے ملحقہ غسل خانے' اچھے انتظامات اور اسلامی ماحول

رب کائنات کی خلاقی و صناعی کے پاکیزہ و دلفریب مظاہر سے قلب و روح کو شاد کام کرنے کا بہترین موقع

تحریکی بھائیوں کے لئے خصوصی رعایت

فلک سیر کارپوریشن' جی ٹی روڈ' امانت کوٹ' مینگورہ سوات

فون دفتر: 0946-725056' ہوٹل: 0946-835295' فیکس: 0946-720031

Vol: 15 Regd. No. LRL -50 No. 2

Weekly Nida-e-Khilafat Lahore

فرمانِ نبویؐ

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''**اے میرے بندو!** میں نے اپنے اوپر ظلم کو حرام کرلیا ہے اور تمہارے درمیان ایک دوسرے پر ظلم کرنے کو حرام کر دیا۔ لہٰذا تم آپس میں ظلم نہ کرو۔

اے میرے بندو! تم سب راہ بھٹکے ہوئے ہو' سوائے ان کے جن کو میں ہدایت دوں۔ لہٰذا تم مجھ سے ہدایت مانگو' میں تم کو ہدایت دوں گا۔

اے میرے بندو! تم سب بھوکے ہو' سوائے اُن کے جن کو میں کھلا دوں۔ لہٰذا تم مجھ سے کھانے کو مانگو' میں تم کو کھانے کے لئے دوں گا۔

اے میرے بندو! تم سب ننگے ہو' سوائے اُن کے جن کو میں پہنا دوں۔ لہٰذا تم مجھ سے پہننے کے لئے طلب کرو' میں تم کو پہننے کے لئے دوں گا۔

اے میرے بندو! بلاشبہ تم دن رات خطائیں کرتے ہو اور میں سب گناہوں کو بخش سکتا ہوں۔ لہٰذا تم مجھ سے مغفرت چاہو' میں تمہیں بخش دوں گا۔

اے میرے بندو! یقین جانو کہ تم مجھے ضرر پہنچانے کے لائق ہرگز نہیں ہو سکتے کہ مجھے ضرر پہنچا سکو اور (اس کا بھی) یقین جانو کہ تم مجھے نفع پہنچانے کے لائق ہرگز نہیں ہو سکتے جس کی وجہ سے مجھے نفع پہنچا سکو۔

اے میرے بندو! اس میں شک نہیں کہ اگر تم سب اولین و آخرین' جن وانس اپنے میں سے سب سے زیادہ متقی آدمی کے موافق اپنے دل بنالو تو (تم سب کا) یہ تقویٰ میرے ملک میں ذرا اضافہ نہ کر سکے گا۔

اے میرے بندو! اگر تم سب اولین و آخرین' جن وانس میں سب سے زیادہ گنہگار آدمی کے دل کے موافق اپنا دل بنالو تو (اُن کا) یہ گناہگار ہونا میرے ملک میں سے ذرا بھی کمی نہیں کر سکتا۔

اے میرے بندو! اگر تم اولین و آخرین' جن وانس سب مل کر ایک میدان میں کھڑے ہو کر مجھ سے سوال کرو اور میں ہر شخص کا سوال پورا کر دوں تو (سب کا سوال پورا کرنے پر) میرے خزانوں میں صرف اتنی سی کمی آئے گی جتنا کہ سوئی کو سمندر میں ڈبو کر باہر نکالا جائے۔

اے میرے بندو! تمہاری جزا و سزا (آخرت میں جو ہوگی سو وہ) تمہارے اعمال (کے نتائج) ہوں گے۔ میں تمہارے اعمال کو محفوظ رکھتا ہوں۔ پھر پوری طرح تم کو ان کے بدلے میں دے دوں گا۔ سو تم میں سے جو شخص (اپنے عمل میں) خیر پائے تو اسے چاہئے کہ اللہ کی حمد کرے اور جو شخص اس کے علاوہ (یعنی اپنے عمل میں) برائی پائے' اُسے چاہئے کہ اپنے ہی نفس کو ملامت کرے''۔

(مسلم شریف)